فِتنوں کی سَرزمین

نجد یا عراق؟

مصنف

فقیہ الہند شارح بخاری

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی

رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء اکیڈمی کراچی

فِتنوں کی سرزمین

نجد یا عِراق؟

مُصنّف

فقیہ الہند شارح بخاری

حضرت علامہ مُفتی مُحمد شریف الحق امجدی

رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء اکیڈمی کراچی

فون: 2431600-2444061

دوکان نمبر۱، خواجہ ہاؤس، چھاگلہ اسٹریٹ، کھارادر، کراچی

Mobile : 0300-2241632

سلسلہ کتب نمبر ۵

نام کتاب	فتنوں کی سرزمین، عراق یا نجد ؟
مصنف	فقیہہ العصر حضرت مولانا مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ
تعداد	۱۰۰۰
ضخامت	۸۸
سن اشاعت	ذی الحجہ ۱۴۲۵ھ رفروری ۲۰۰۵ء
کمپوزر	الوقار انٹر پرائز 0300-2138240
ناشر	ضیاء اکیڈمی، کراچی
قیمت	[redacted] روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، انفال سینٹر، اردو بازار، کراچی اور لاہور۔ فون:2210212

مکتبہ غوثیہ، پرانی سبزی منڈی، کراچی۔ فون:4926110

مکتبہ رضویہ، گاڑی کھاتہ، آرام باغ، کراچی۔ فون:2627897

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی۔ فون:2203464

ضیاء ٹیپ کیسٹ سینٹر، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی۔ فون:2204048

حنفیہ پاک پبلی کیشنز، نزد بسم اللہ مسجد، کھارادر، کراچی۔

عباسی کتب خانہ، جونا مارکیٹ، کراچی۔ فون:7526456

مدینہ پبلشنگ کمپنی، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ فون:0300-2277454,7722163

مکتبہ قادریہ، برائٹ کارنر، نزد چاندی چوک، کراچی۔ فون:4944672

مکتبہ اہلسنّت، برائٹ کارنر، نزد چاندی چوک، کراچی۔ فون:2435088

اداریہ

کتابِ ہذا کی اشاعت جدید کے سلسلے میں ـــــ
اپنی تمام تر مساعی کاوشوں کو میں ـــــ
اپنے پیر و مرشد ـــــ
قطب مدینہ، ـــــ
خلیفہ اعلیٰ حضرت ـــــ

حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین قادری رضوی مدنی علیہ الرحمہ
ـــــ کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں
ـــــ گر قبول افتد زہے نصیب

محمد ریاض ضیائی

مختصر گفتگو

نجد روئے زمین پر وہ ازلی محروم خطہ ہے جس کی تاریخ ہمیشہ وحشت و بربریت کی نقیب رہی۔ یہی وہ بدبخت علاقہ ہے جس کے قبائل مضر، ربیعہ، رعل، ذکوان، غطفان، بنو اسد وغیرہ اسلام دشمنی میں پیش پیش رہے۔ مسیلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد اسدی جیسے جھوٹے مدعیان نبوت کا خمیر اسی مٹی سے تھا۔ بئر معونہ کا واقعہ جس میں تقریباً ستر (۷۰) صحابہ کرام ﷺ کو تبلیغ کے لئے بلا کر دھوکہ سے قتل کیا گیا، نجد کے سپوت ہی اس کے کارندے تھے۔

تاریخ جدید کی طرف نظر اُٹھائیے تو سلطنت عثمانیہ کے خلاف اتحادیوں کے اشارے پر شورش بپا کرنے والے یہی نجد کے لٹیرے تھے۔ یہی وہ بے ضمیر تھے جو صیہونیوں کے کاندھے پر پڑھ کر قابض ہوئے، گنبد خضراء، جو اہل ایمان کا مرکز و محور ہے، اسے ڈھانے کی کوشش کی مگر خدائی حفاظت کہ ناکام رہے، مساجد جو سید کونین ﷺ کی نسبت سے مختلف مقامات پر جلوہ گر تھیں انہیں شہید کیا، جنت البقیع شریف جہاں نہ جانے کتنے صحابہ کرام و تابعین عظام کی آرام گاہیں ہیں وہاں بلڈوزر چلوایا گیا۔ غرض انبیاء علیہم السلام وصحابہ کرام ﷺ کی نشانیاں ہوں یا اولیاء عظام کی یادگاریں، انہیں پامال کرنا ان شیطانوں کا محبوب مشغلہ رہا، تعظیم و محبت رسول کی ہر ادا ان کے نزدیک شرک و بدعت ٹھہری لیکن اپنی عزت و عظمت کا ایسا شوق اُٹھا کہ معاذ اللہ کعبہ کے دروازے پر بھی ان نجدی عیاشوں نے اپنا نام لکھوایا۔ مسجد الحرام کے دروازے بھی اپنے نام سے تعمیر کروائے، مسجد نبوی علی صاحبہا التحیۃ والسلام میں اپنی نشانیاں چھوڑیں۔

خلیج کی جنگ ہو یا افغانستان و عراق کی، پیرس ولندن کے نائٹ کلب میں عیاشی کرنے والے ان نجدی سور ماؤں کا دامن حمایت یہود و نصاریٰ سے ہی جڑا رہا۔ حبیب کبریاء والی بیکساں شفیع مذنباں نبی غیب داں نے نجد کی اس ازلی شقاوت کی بناء پر ہی اس کے لئے دعا سے انکار فرمایا اور فرمایا،

"هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان"

یعنی، وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں سے شیطان کے پیرو نکلیں گے۔

نیرنگی دوراں کہئے یا چابکدستی، نجد کے "ن" کی نجاست کہئے یا "ج" کی جہالت یا "د" کی دجالیت، چندنجدی ریزہ خوروں نے امت مسلمہ کو دھوکہ دینے کے لئے یہ کہنا شروع کردیا کہ "نجد تو عراق کا نام ہے" اسے کہتے ہیں "چوری اور سینہ زوری" اور ایسے ہی مقامات پر یہ کہاوت صادق آتی ہے کہ "الٹا چور ڈانٹے کوتوال"۔

شارح بخاری حضرت علامہ شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے احادیث کریمہ، جغرافیہ، تاریخ اور خودنجدیوں کی کتب سے یہ بات واضح فرمائی کہ "نجد" سے مراد وہی صوبہ نجد ہے جو حجاز مقدس کے مشرق واقع ہے اور جو کہ سعود وعبدالوہاب کی جنم بھومی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب کریم کے صدقے میں تمام فتنوں خصوصاً اس نجدی بدمذہبیت سے ہم سب کو محفوظ و مامون فرمائے آمین۔

میرے پیرومرشد حضورتاج الشریعہ جانشین مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی اختر رضا خاں الازہری قدس سرہ نے اپنے ایک خوبصورت کلام میں ان منافقوں کے لئے کیا خوب فرمایا،

نجدیوں کی چیرہ دستی یاالٰہی تابکے
یہ بَلائے نجدیا طیبہ سے جائے خیر سے
تیرے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد
الٰہی نکلے یہ نجدی بَلا مدینے سے

اس کتاب کے ناشر کو جزائے خیر عطافرمائے۔

از قلم

محمد ثاقب اختر القادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتنوں کی سرزمین کون؟

عراق یا نجد

یوم عاشورہ دس محرم سن ۱۴۱۱ھ مطابق ۲ اگست سن ۱۹۹۰ء بروز جمعرات عراق کے صدر صدام حسین نے کویت پر قبضہ کرلیا اور اس آسانی کے ساتھ کہ ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کویت کے عوام اور فوج دونوں عراقی فوجوں کے منتظر تھے۔

صدر صدام حسین نے اس کارروائی کی وجہ یہ بتائی کہ عراق ایران جنگ کے دوران جبکہ عراق ہمہ تن جنگ میں مصروف تھا کویت کے شیخ جابر الصباح نے ہمارے حدود سے تیل کافی نکال لیا ہے۔ جنگ کے اختتام کے بعد جب کویت سے اس پر مواخذہ کیا گیا اور قیمت مانگی گئی تو کویت کے شیخ نے صاف انکار کردیا صرف انکار ہی نہیں کیا بلکہ امریکا سے انتہائی خطرناک قسم کے مہلک ہتھیار خریدنے لگا اور بلا کسی ظاہری سبب کے امریکہ کا چھٹا بحری بیڑہ عراق کی طرف چل پڑا۔

صدر صدام حسین کا کہنا یہ ہے کہ ان وجوہ سے ہم نے خطرے کی بو محسوس کی اور موذی کو ایذا پہنچانے سے پہلے مارو کے فارمولا پر عمل کرتے ہوئے ہم نے بطور حفظ ماتقدم یہ اقدام کیا ہے۔

اس کے بعد کویت کے آقا امریکہ نے تقریباً تین طرف سے عراق کا محاصرہ کرلیا ہے بحری اور بری فوجیں لگا کر عراق کی مکمل ناکہ بندی کردی ہے۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ امریکہ نے اپنی حلیف مملکتوں کو بھی اس میں شامل کرلیا ہے۔

اس خصوص میں نجدی مملکت کے شہنشاہ شاہ فہد کو سب سے زیادہ دلچسپی ہے۔ امریکہ وغیرہ کی ساری بری فوج انہیں کی حدود مملکت میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے۔

ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ ہماری حکومت کتاب وسنت کے مطابق ہے بلکہ توحید وسنت کی

اشاعت ہماری مملکت کا مقصود ہے مگر عراق کے عداوت میں کتاب وسنت کی ارشادات کو پس پشت ڈال دیا۔ یہود و نصاریٰ کے قدم سے عرب کی مقدس زمین کو ناپاک کر دیا، ان کے لئے شراب، خنزیر کا گوشت اور عورتیں مہیا کیں۔ یہ لوگ وہاں علانیہ صلیب پرستی کر رہے ہیں۔

سر دست مجھے ان تفصیلات سے بحث نہیں البتہ جو لوگ بھی یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ صدر صدام حسین کویت خالی کر دیں ان لوگوں سے یہ ضرور کہنا ہے کہ آخر یہ ایک طرفہ حکم کیوں صادر کیا جا رہا ہے، کویت کے شیخ سے یہ کیوں نہیں کہا جا رہا ہے کہ انہوں نے عراق ایران جنگ کے درمیان بلا استحقاق غیر آئینی طور پر تیل نکالا ہے اس کی قیمت عراق کو دیں اور آئندہ کے لئے ایسی چھوٹی حرکت کرنے سے توبہ کریں۔

نیز یہ کہ جب صدر صدام حسین نے اعلانیہ کہہ دیا ہے کہ اسرائیل غزہ پٹی بیت المقدس، مصر اور اردن کے جن علاقوں کو غصب کئے ہوئے بیٹھا ہے اسے واپس کر دے تو میں بھی کویت سے اپنی فوجیں بلا لوں گا یہ اللہ والے لوگ اس معقول مطالبے کی حمایت میں ایک لفظ کیوں نہیں بولتے، آخر کوئی خاص اندرونی راز تو ہے۔

اس خصوص میں نجدی مملکت کے ہم عقیدہ اور وظیفہ خواروں کو کافی دلچسپی ہے۔ یہ غریب اپنی پوری توانائی صدر صدام حسین اور عراق کے خلاف اور نجدی مسلک کی حمایت میں صرف کر رہے ہیں حتیٰ کہ دیوبندی گروپ کے نقیب اعظم بھی اسی کار خیر میں مصروف ہیں۔

ابھی اسی ہفتہ مؤ ناتھ بھنجن سے کسی غیر مقلد صاحب کا ایک رسالہ نظر سے گزرا جس کو انہوں نے بقول خود شب و روز کے انتھک مطالعہ اور کدو کاوش سے لکھا ہے جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عراق سے بدتر دنیا میں کوئی سرزمین نہیں۔ نہ متھرا نہ کاشی نہ ہردوار نہ لندن نہ پیرس نہ ماسکو نہ برلن۔

اتنے ہی پر بس ہوتا شاید ہم خاموش رہتے مگر جب اس کتاب کے ٹیپ کا بند دیکھا تو سمجھ آ گیا کہ اس کتاب کا اصل مقصد کیا ہے ناظرین ملاحظہ کریں صفحہ ۲۶ پر ہے:

''عراق میں چونکہ علم حدیث بہت کم تھا اس لئے عراق آئمہ نے قیاس پر زور دیا، اور اس

میں خوب مہارت حاصل کی، اس سبب سے وہ اہل الرائے کے نام سے مشہور ہوئے اس گروہ کے امام ابوحنیفہ کوفی اور ان کے شاگردان عظام ہیں۔"

صفحہ نمبر ۶۸ پر ہے:

"رہے اہل الرائے تو یہ لوگ عراق والے ہیں جو امام ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ کے ماننے والے ہیں۔

بنی زعبیہ: کہتے ہیں کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں ہیں عراق سے شام وحلب منتقل ہو گئے جہاں کہیں رہے قتل وخون سے ہاتھ رنگتے رہے۔" (ص۹۹/۱۰۰)

اس قبیلے کو محض شبہے کی بناء پر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد بتا کر ان پر نکتہ چینی حقیقت میں سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ذات پر حملہ ہے بلکہ حقیقت میں حضور اقدس ﷺ پر حملہ ہے کہ جو بھی سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہوگا تو وہ اولاد رسول ضرور ہوگا۔ اس سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ کتاب کے مؤلف کا اصل مقصد اس کتاب کے لکھنے سے امام الآئمہ سراج الامہ امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ بلکہ حضور اقدس ﷺ پر تبرابازی ہے۔

اگر چہ ان باتوں میں سے ایک عبدالکریم شہرستانی اور دوسری ابن خلدون کے حوالے سے لکھی گئی ہے مگر یہ موصوف کی ہوشیاری ہے ورنہ کون نہیں جانتا کہ عبدالکریم شہرستانی ایک غیر ذمہ دار اور غیر معتمد مصنف ہے اور ابن خلدون معتزلی تھا۔

مولوی عبدالحئی لکھنوی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں، [1]

"علامہ عبدالرحمٰن حضرمی معتزلی معروف بہ ابن خلدون"

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل الرائے تھے یا کتاب وسنت کے سب سے زیادہ متبع۔ یہ بحث بقدر ضرورت نزہۃ القاری شرح صحیح بخاری کے مقدمہ میں ناظرین ملاحظہ فرمالیں۔ رہ گیا غیر مقلدین اہل حدیث ہیں یا اہل ہویٰ اس کا تھوڑا سا نظارہ اس کتاب میں بھی آپ کرلیں گے جو لوگ اپنے مدعا کے ثبوت میں حدیث گڑھیں، تحریف معنوی کریں وہ کس طرح

[1] مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحئی، ج ا، طبع اول، ص ۲۷۔

اہل حدیث ہو سکتے ہیں اس کا فیصلہ ناظرین پر ہے۔

موصوف نے پہلے صدر صدام حسین پر جی بھر کر تبرا بازیاں کی ہیں کہ انہوں نے ایک آزاد مسلم ریاست پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے مگر شاید موصوف کو معلوم نہیں کہ اس کے سب سے بڑے مجرم ان کے قبلہ حاجات سعودی حکمراں ہیں۔ معلوم تو ہے لیکن اس سے اغماض جس وجہ سے ہے اس کو ظاہر کرنا سر دست ہم مناسب نہیں سمجھتے۔ ناظرین تاریخ کے اوراق الٹ کر خود ہی معلوم کر لیں۔

آل سعود بھی غاصب ہیں:

سعودی مملکت کے بانی محمد بن سعود ابتداءً نجد کے علاقہ درعیہ کے ایک چھوٹے سے حصہ پر پُر امید تھے جن کی حیثیت ہمارے ہندوستان میں عہد مغلیہ کے معمولی جاگیرداروں کی تھی۔ مگر ابن عبدالوہاب بانی مذہب نجدیت سے پیکٹ کر کے انہوں نے پہلے اپنے اردگرد کے امیروں کو اس بنیاد پر لوٹا مارا کاٹا کہ یہ سب مشرک ہیں۔ سوءِ اتفاق سے انہیں دنوں میں عثمانیوں کی ترکی مملکت روس، جرمن، برطانیہ سے مسلسل جنگ میں الجھی ہوئی تھی۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ اندرونی خلفشار میں بھی پھنسی ہوئی تھی اس وقت پورا حجاز ترکیوں کے ماتحت تھا سعودی حکمرانوں کو جب ایک قوت حاصل ہوگئی اور انہوں نے دیکھا کہ مرکزی حکومت اندرونی اور بیرونی جھگڑوں میں ایسی الجھی ہوئی ہے کہ حجاز کے حکمراں کی کوئی مدد نہیں کر سکتی۔ تو انہوں نے حجاز پر ہلہ بول دیا، دجل فریب دھوکہ دہی، درندگی خونخواری کی ساری حدود کو پار کرتے ہوئے ہزار ہا ہزار بے گناہوں کا قتل عام کرتے ہوئے حرمین طیبین پر قبضہ کر لیا۔ اور انہیں اس طرح لوٹا کہ ویسے ایک شریف غیر مسلم بھی کسی مفتوح علاقہ کو نہیں لوٹتا، جس کی قدرے تفصیل آرہی ہے۔ مگر جب ترکی داخلی اور خارجی جھگڑوں سے مطمئن ہوئے تو ان نجدی ڈاکوؤں پر بھرپور وار کیا۔ جس کے نتیجے میں انہیں حجاز ہی نہیں نجد سے بھی ہاتھ دھونا پڑا اور کویت میں جلاوطنی کی زندگی گزارنی پڑی۔

مگر پھر جب سن ۱۹۱۴ء کی جنگ میں ترکی حکومت تباہ و برباد ہوگئی اور اس کے تمام مشرقی صوبے انگریزوں کی شہ پر خود مختار ہو گئے جس کے نتیجے میں حجاز کا رشتہ بھی مرکز سے کٹ

گیا۔اور خود ترکی کی مرکزی حکومت میں اتنی قوت بھی نہیں تھی تو ۱۹۲۴ء میں پھر نجدیوں نے حملہ کر کے پہلے ریاض پر قبضہ کیا پھر پورے حجاز کو ہڑپ کر لیا۔ موصوف تو کیا بتائیں گے، ناظرین غور کریں اگر بقول موصوف کسی آزاد مسلم ریاست پر قبضہ کرنا حرام ہے تو اس کے سب سے بڑے مجرم خود نجدی مملکت کے فرمانروا ہیں۔

صدر صدام حسین نے تو بطور حفظ ماتقدم اور اپنے تیل کی قیمت وصول کرنے کے لئے کویت پر قبضہ کیا پھر وہ ایک معقول مطالبے کے ساتھ کویت چھوڑنے پر بھی تیار ہیں لیکن سعودی مملکت کے فرمانرواؤں نے جوع الارض کی بیماری کی وجہ سے ڈاکہ ڈال ڈال کر ایک ہی نہیں کئی کئی مسلم ریاستوں کو ہڑپ کر رکھا ہے ان کے بارے میں بھی تو کچھ فرمائیے۔ پھر کویت ہی کو لیجئے یہ عراق ہی کا ایک حصہ تھا۔ موجودہ شیخ کے آباؤ اجداد نے ترکوں سے غداری کر کے انگریزوں کے لئے کام کیا۔ جس کے انعام میں انگریزوں نے عراق سے کاٹ کر ان کو کویت دیا تھا۔ بقول آپ کے کویت کے شیخ نے عراق کا حصہ غصب کیا تھا آج صدام حسین نے اپنی مملکت کا غصب شدہ حصہ واپس لے لیا تو پھر آپ کیوں واویلا مچاتے ہیں۔

اگر بات یہیں تک ہوتی تو شاید ہم خاموش ہی رہتے لیکن اس آویزش کو بہانہ بنا کر سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے تلامذہ پر، نیز سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تبرابازی کی گئی ہے تو بحیثیت حنفی اور قادری ہونے کے ہمارے لئے یہ ناقابل برداشت ہے اس لئے ہم پر ضروری ہے کہ احادیث کریمہ کی روشنی میں جو بات صحیح ثابت ہے اسے ہم واضح کر دیں۔ ناظرین سے التماس ہے کہ وہ بغور اسے پڑھیں اور اللہ توفیق دے تو حق قبول کر لیں۔

بروز دوشنبہ، ۷ جمادی الاولیٰ سن ۱۴۱۱ھ
۲۶ نومبر سن ۱۹۹۰ء

محمد شریف الحق امجدی
جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

نجد کے بارے میں احادیث

حدیث (۱) امام بخاری[1] نے اپنی صحیح میں امام ترمذی[2] نے اپنی جامع میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

اللهم بارك لنا فى شامنا اللهم بارك لنا فى يمننا قالوا وفى نجدنا قال اللهم بارك لنا فى شامنا اللهم بارك لنا فى يمننا قالوا وفى نجدنا يا رسول الله ﷺ فاظنه قال فى الثالثة هناك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان(۱)

اے اللہ، ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت دے، اے اللہ ہمارے لئے ہمارے یمن میں برکت دے کچھ لوگوں نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں بھی۔ اس پر پھر فرمایا اے اللہ، ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت دے، اے اللہ ہمارے لئے ہمارے یمن میں برکت دے۔ ان لوگوں نے عرض کیا اور ہمارے نجد میں یارسول اللہ (راوی نے کہا) میں گمان کرتا ہوں کہ تیسری بار یہ فرمایا (نجد کے لئے کیسے دعا کروں) وہاں زلزلے اور فتنے ہیں وہاں سے شیطان کے پیرو نکلیں گے۔

اس حدیث میں نجد سے مراد سرزمین عرب کا مشرقی صوبہ ہے جس کی تھوڑی سی شمال مشرق سرحد عراق سے متصل ہے یہ علاقہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی نجد

---

[1] محمد بن اسماعیل، بخاری، متوفی ۲۵۶ھ، محدث صحیح بخاری، جلد اول، ص ۱۴۱، جلد ثانی ۱۰۵۱۔

[2] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ، محدث، جامعہ ترمذی، جلد ثانی، ص ۲۳۴۔

(۱) مسند احمد، جزء۲، ص۱۱۸، موسسة قرطبه، مصر۔

صحيح ابن حبان، جزء۱۶، ص۲۹۰، موسسة الرساله، بيروت۔

معجم الشيوخ، جزء۱، ص۳۲۵، موسسة الرساله، دارالايمان، بيروت، طرابلس۔

معجم ابو يعلى، جزء ۱، ص۸۷، ادارة العلوم الاثريه، فيصل آباد۔

السنن الواردة فى الفتن، جزء۱، ص۲۵۱، دارالعاصمه، الرياض۔

الترغيب والترهيب، جزء٤، ص۰۱، دارالكتب العلميه، بيروت۔

کہلاتا تھا اور آج بھی نجد ہی کہلاتا ہے۔ نجد کے لغوی معنی اونچی زمین کے ہیں چونکہ یہ حصہ بہ نسبت مغربی حصے کے جسے تہامہ کہتے ہیں اونچا ہے اس لئے اس کا نام نجد پڑا۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک کبھی بھی نجد بول کر عراق نہیں مراد لیا گیا نجدیوں کو عراق مراد لینا بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص نجد سے بھوپال یا دہلی مراد لے اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) نجد عہد رسالت میں بھی عرب کے اس مخصوص خطے کا نام تھا اس پر جغرافیہ اور حدیثوں و سیر کی کتابیں دلیل ہیں۔ سریہ بیر معونہ کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ابو براء عامر بن مالک بن جعفر نے جب یہ عرض کیا کہ آپ اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو اہل نجد کی ہدایت کے لئے بھیج دیں تو مجھے امید ہے کہ آپ کی دعوت قبول کرلیں گے اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اہل نجد سے اندیشہ ہے۔

طُلَیحہ بن خویلد اسدی قَطَن میں رہتا تھا اس کے بارے میں ہے:

"قال ابن اسحاق قطنٌ ماءٌ من میاہ نجد یعنی، ابن اسحاق نے کہا قطن نجد کے چشموں میں سے ایک چشمہ ہے۔"

غزوہ ذات الرقاع کے بارے میں ہے:

"حتی نزل نخلا موضع من نجد من اراضی غطفان یعنی نخل نجد میں بنی غطفان کی آراضی میں سے ہے۔"

اسی وادی کے بارے میں ہے:

"فی ذلك الوادی طوائف من قیس من بنی فزارة ثم سریة ابی قتادة او خدرة وھی ارض محارب نجد الی غطفان بارض محارب۔

یعنی، اس وادی میں بنی فزارہ کی شاخ قیس کے کچھ گروہ رہتے تھے پھر ابوقتادہ کا سریہ ہے کہ جو خدرہ کی طرف بھیج دیا گیا تھا یہ نجد میں محارب کی زمین ہے غطفان کی طرف جو ارض محارب میں رہتے تھے۔"

یہ سب تفصیلات زرقانی علی المواہب اللدنیہ سے لی گئی ہیں۔

نجد اور عراق اس عہد میں دو الگ الگ ملک تھے اسی لئے کہ نجد کی میقات اور ہے اور عراق کی اور۔ نجد کی میقات ''قرن المنازل'' ہے اور عراق کی میقات ''ذات عراق'' ہے۔ جب عہد رسالت میں نجد عرب کے ایک مخصوص خطے کا نام تھا اور عراق جس میں کوفہ وبصرہ، بغداد ہیں یہ الگ ملک تھا تو نجد بول کر عراق مراد لینا کسی طرح درست نہیں۔

(۲) اسی طرح نجد بول کر اس کا لغوی معنی بھی مراد لینا صحیح نہیں اس لئے کہ قرآن واحادیث میں ان کے الفاظ کریمہ کے وہی معنی مراد ہوتے ہیں جو عرف میں شائع وذائع ہوں جب نجد عرب کے ایک مخصوص خطہ کا نام تھا اور یہ معنی سب کو معلوم تھا تو یہی معنی مراد ہوگا دوسرا کوئی اور معنی مراد لینا تحریف معنوی ہے۔

(۳) اس حدیث میں بالاتفاق شام اور یمن سے مخصوص ملک مراد ہیں ان کے لغوی معنی مراد نہیں یہ اس پر قرینہ قویہ ہے کہ نجد سے بھی وہ مخصوص ملک مراد ہوگا نہ کہ لغوی معنی۔

(٤) نجد کے لغوی معنی بھی مراد لیں تو ملک نجد ہی متعین ہے اس لئے کہ ملک نجد بہ نسبت تہامہ کے بلند ہے۔ اور عراق کے بہ نسبت بھی جیسا کہ ابھی آرہا ہے۔

(۵) اس حدیث میں قالوا وفی نجدنا یارسول اللہ اس کی دلیل ہے کہ یہ عرض کرنے والے مسلمان صحابی تھے جو نجد کے باشندے تھے عہد رسالت میں عراق کا کوئی باشندہ ایمان سے مشرف نہیں ہوا تھا البتہ نجد کے کچھ خوش بخت انسان ضرور مشرف باسلام ہو چکے تھے۔ یہ بھی اس کی دلیل ہے کہ نجد سے مراد عراق نہیں بلکہ عرب کا یہ مشرقی صوبہ ہے جس کے کچھ باشندے مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔

(٦) اس حدیث میں یہ فرمایا گیا: هناك الزلازل والفتن اس کا ترجمہ کچھ لوگ یہ کرتے ہیں کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے کیا عرض کروں ان لوگوں کو یہ بھی پتہ نہیں کہ یہ مبتداء اور خبر کی ترکیب ہے جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ اس کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ زید کھڑا ہے اسی طرح هناك الزلازل والفتن کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ''وہاں زلزلے اور فتنے ہیں'' اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمارہے ہیں کہ اس وقت وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اس زلزلے اور فتنے سے مجوسیت،

نصرانیت وغیرہ مراد نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ اس وقت پورا ملک شام نصرانی تھا اس کے باوجود وہاں برکت کے لئے دعا فرمائی اس سے مراد وہ شورشیں ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف اہل نجد نے مچار کھی تھی حدیث وسیرت کی کتابیں پڑھنے والوں پر مخفی نہیں کہ بدوی قبائل میں اسلام کے خلاف اور مسلمانوں کے خلاف سب سے زیادہ جن لوگوں نے بار بار سازشیں کیں اور نت نئے طریقوں سے اسلام کو ختم کرنے کی کوششیں کیں وہ اہل نجد ہی تھے دوسرے قبائل میں یہ بات نہیں تھی۔

سریہ رجیع اور بیر معونہ کے وہ ہوشربا واقعات کہ کس طرح دھوکے سے اسلام کی دعوت کے بہانے سے لے گئے اور ان سب کو کس بے دردی کے ساتھ قتل کر ڈالا کہ جس سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور اتنا جلال آیا کہ مسلسل ایک مہینہ تک نماز میں قنوت نازلہ پڑھ کر ان ظالموں کے لئے ہلاکت کی دعائیں کیں اور اسلام کے مخالف جن قبیلوں کا نام آتا ہے ان میں غطفان، نبی اسد، نبی سلیم، عُضَل قارہ، رعل، ذکوان، بنی فزارہ وغیرہ یہ سب نجد کے باشندے تھے۔ طلیحہ بن خویلد اسدی نجد کے علاقہ قطن میں رہتا تھا یہی وہ شخص ہے جس نے پہلے مدینہ پر حملہ کے لئے فوجیں تیار کیں پھر مسلمان ہوا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مرتد ہو گیا۔ نبوت کا دعویٰ کیا یہ قطن نجد کے علاقہ میں رہتا تھا۔ مُضر، یہ نجد کے باشندے تھے۔ جن کی اسلام دشمنی سب کو معلوم ہے۔ عبدالقیس کا وفد جب خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کیا کہ ہم سوائے شہر حرام کے اور دنوں میں خدمت اقدس میں حاضر نہیں ہو سکتے ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر حائل ہیں مدینے اور بحرین کے راستے میں یہی سعودیوں کا علاقہ ہے اسی علاقے میں قبائل مضر آباد تھے اس سے بڑھ کر لیجئے۔

مسیلمہ کذاب نجد کے علاقے عینیہ میں رہتا تھا یہیں پیدا ہوا تھا یہی وہ منحوس مقام ہے جو نجدی مذہب کے بانی نجدیوں کے شیخ الکل ابن عبدالوہاب کی بھی جائے پیدائش ہے مسیلمہ کذاب کی قوت کتنی بڑھی ہوئی تھے اسے جنگ یمامہ کی تفصیل سے معلوم کر سکتے ہیں۔

اس لئے یہ ارشاد "هناك الزلازل والفتن" بھی اس کی دلیل ہے کہ اس سے مراد

ملک نجد ہی ہے نہ کہ عراق۔

نجد کے بارے میں یاقوت حموی نے لکھا ہے:[۱]

هو اسم للارض العريضة اللتى اعلاها تهامة واليمن واسفلها العراق والشام وقال السكرى وحد نجد ذات عرق من ناحية الحجاز كما تدور الجبال معها الى المدينة یعنی، نجد اس چوڑی زمین کا نام ہے جس کے اوپر تہامہ اور یمن ہے اور نیچے عراق اور شام، حجاز کی طرف سے نجد کی حد ذات عرق ہے جیسے جیسے پہاڑ مدینے کی طرف گھومتا جاتا ہے۔

اسی میں عراق کے بارے میں ہے:[۲]

سمى عراقا لأنه سفل من نجد ودنا من البحر یعنی، عراق کا نام عراق اس لئے پڑا کہ وہ نجد سے نیچے سمندر سے قریب ہے۔

ناظرین ان عبارتوں کو غور سے پڑھیں۔ معجم البلدان قدیم جغرافیہ کی انتہائی مستند کتاب ہے اس میں صاف اس کی تصریح ہے کہ نجد اس سرزمین کا نام ہے جو تہامہ اور عراق کے مابین ہے نیز یہ بھی تصریح ہے کہ نجد کا علاقہ حجاز سے شروع ہوتا ہے نیز عراق نجد کے علاوہ دوسرا ملک ہے جو نجد کے نیچے ہے اس لئے اس کی کوئی گنجائش نہیں کہ نجد سے عراق مراد لیا جائے۔ مزید لیجئے نجدی شہنشاہوں کے ایک ریزہ خوار لکھتے ہیں:[۳]

ربيعة بن نزار مالك نجد وما والاه الى اليمن۔ یعنی، ربیعہ بن نزار نجد سے یمن تک کے بادشاہ تھے

اس کے حاشیے میں ہے۔

كانت ديار شعب ربيعة بلاد نجد وتهامة واليمامة والبحرين الى العراق۔

۱؎ ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی، علامہ معجم البلدان، ج ۵، ص ۲۶۲۔

۲؎ ابوعبداللہ یاقوت بن عبداللہ الحموی، علامہ معجم البلدان، ج ۴، ص ۹۵۔

۳؎ راشد بن علی مشیر الوجد فی النساب، ملوک نجد، ص ۳۱۔

یعنی، ربیعہ کی شاخوں کی بستیاں نجد وتہامہ یمامہ، بحرین، میں تھیں عراق تک۔

اس عبارت میں نجد کے ساتھ الی العراق اس کی دلیل ہے کہ نجد الگ ملک ہے اور عراق الگ۔ نیز "ماوالاہ الی الیمن" بھی اس کی دلیل ہے کہ یہاں نجد سے مراد سعودی مملکت کا علاقہ ہے نہ کہ عراق اس لئے کہ سعودی مملکت ہی کی سرحد یمن سے ملتی ہے۔ عراق کی کوئی سرحد یمن سے نہیں ملتی۔ اگر اب بھی اطمینان نہ ہوا ہو تو خود اپنی تصریحات پڑھ لیجئے آپ نے علامہ کرمانی، علامہ عینی کا یہ قول نقل کیا۔

تہامہ سے جو اونچی زمین کا علاقہ ہے یہی وہ نجد ہے جو رأس الکفر (کفر کا سرچشمہ) اور نجد قرن الشیطان (گمراہ فرقوں) کی جائے پیدائش ہے۔ (ص ۳۵)

اس کے بعد والے صفحہ پر علامہ عینی کا ارشاد نقل کیا ہے وہ رقم طراز ہیں:

نجد قرن الشیطان وہ خطہ زمین ہے جس کی حد تہامہ حجاز سے شروع ہو کر عراق کے نیچان (غور یا ڈھلان) پر ختم ہو جاتی ہے۔

اب ہر ہوشمند دیندار خود فیصلہ کر لے کہ جب نجد کی حد عراق پر جا کر ختم ہو جاتی ہے تو نجد سے عراق کیسے مراد ہوگا؟ پھر جب اس کی حد حجاز سے شروع ہے تو ہر شخص نقشہ اٹھا کر دیکھ لے کہ حجاز اور عراق کے درمیان ریاض، درعیہ، الحساء ہیں یا کوفہ، بغداد، بصرہ؟

سند الحفاظ علامہ ابن حجر عسقلانی کا قول نقل کیا وہ لکھتے ہیں:

''مکہ مکرمہ سے کوفے کی جانب کا نجد، نجد قرن الشیطان ہے'' (ص ۳۶)

اس ارشاد سے دو باتیں ثابت ہو گئیں اول: کوفہ قرن الشیطان کی جائے پیدائش نہیں۔ دوسرے یہ کہ اس نجد سے مراد عراق نہیں، بلکہ سعودی مملکت کا نجد مراد ہے۔ جس کا جی چاہے اٹلس لے کر مکہ معظمہ سے کوفہ تک خط کھینچ کر دیکھ لے کہ یہ کون سا علاقہ ہے۔

علامہ احمد خطیب قسطلانی آپ کے نزدیک بخاری کے مستند شارحین میں سے ہیں وہ لکھتے ہیں:[1]

[1] احمد بن محمد خطیب قسطلانی، علامہ۔ متوفی ۹۲۳ھ ارشاد الساری جلد ثانی ص ۲۱۲

کل ما ارتفع من ارض تهامة الی العراق فهو نجد یعنی، سرزمین تہامہ سے لے کر عراق تک جو بلند علاقہ ہے وہ نجد ہے۔

غرض کہ لفظ حدیث کی دلالت سیاق وسباق کی دلالت داخلی خارجی قرائن کی دلالت شارحین حدیث کی تصریحات اصحاب جغرافیہ کی تصریحات بلکہ خود سعودی حکمرانوں کے وظیفہ خواروں کی تصریحات سب اس کی دلیل ہیں کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک 'نجد' عراق کے علاوہ جزیرہ عرب کا ایک خطہ ہے جو اس کے جانب مشرق واقع ہے جو آج سعودی حکمرانوں کے زیر قبضہ ہے۔ اس لئے یہ کہنا کہ اس حدیث میں وارد لفظ نجد سے مراد عراق ہے اور خود یہ عراق ہی پر نجد کا اطلاق سو دو سو سال سے ہو رہا ہے حدیث کی تحریف معنوی ہے اور بے پڑھے لکھے لوگوں کو فریب میں ڈالنے کی کوشش ہے۔

ازالۂ توہمات

۱...... کنز العمال میں بحوالہ مسند امام احمد اور ابن عساکر، یہ حدیث قدرے تفصیل کے ساتھ ہے اس میں وفی نجدنا کے بجائے وفی مشرقنا ہے اور ابھی ہم تفصیل سے ثابت کریں گے کہ اس حدیث میں مشرق سے مراد نجد ہی ہے۔

۲...... البتہ اسی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث جو ذکر شام میں ہے، والعراق ہے اسی طرح جامع الامکنہ میں امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں بھی ہے ان روایات کی بل بوتے پر بڑے زور شور کے ساتھ عراق کی قبائح میں صفحے کے صفحے سیاہ کر دیئے ہیں عراق کی عداوت کے جوش میں اپنے ان اصول کا بھی ہوش نہ رہا جن پر غیر مقلدیت کی بنیاد قائم ہے۔

ہندوستان میں غیر مقلدیت کے معلم ثانی ان کے شیخ الکل فی الکل معیار الحق میں لکھتے ہیں:

''مؤلف نے دلائل میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں۔ یعنی ایک روایت ابوداؤد جس کے راوی میں ضعف تھا ایک روایت معجم کبیر طبرانی، ایک روایت اربعین حاکم نقل کر کے کلام کر دیا اور جو روایتیں صحیحہ متداولہ تھیں ان کو نقل

کر کے جواب نہیں دیا یہ کیا دینداری ہے؟ اور کیا مردانگی؟ کہ بخاری مسلم چھوڑ کر اربعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا۔''

جو صاحب احناف کی دینداری اور مردانگی کا نظارہ کرنا چاہتے ہوں وہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا رسالہ، "حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلوتین" کا مطالعہ کریں یا کم از کم نزہۃ القاری شرح بخاری کا مقدمہ پڑھ لیں۔

ہمیں یہاں ناظرین کو یہ بتانا ہے:

اولاً جب ان اللہ والوں کے مذہب کی بنیاد اس پر قائم ہے کہ بخاری مسلم کو چھوڑ کر ابوداؤد کی بھی حدیث غیر معتبر، تو پھر بخاری ترمذی کی معارض ابن عساکر کی حدیث کیسے معتبر ہوگی خود شاہ ولی اللہ صاحب نے ابوداؤد کو طبقہ ثانیہ میں اور ابن عساکر کو طبقہ رابعہ میں رکھا ہے۔ تو جن لوگوں کے مذہب میں بخاری ومسلم کے معارض ابوداؤد طبقہ ثانیہ کی حدیث غیر معتبر جس کا درجہ صحت میں بخاری مسلم کے بعد بقیہ صحاح ستہ سے مقدم ہے تو عراق کی عداوت میں بخاری وترمذی کی صحیح حدیث کو چھوڑ کر ابن عساکر طبقہ رابعہ کی حدیث کو دلیل میں لانا کون سی دینداری اور مردانگی ہے۔

ثانیاً غیر مقلدین کا اس پر اتفاق ہے کہ حدیث منقطع، مرسل لائق استناد نہیں۔ یہاں جو حدیث امام حسن بصری سے مروی ہے وہ مرسل منقطع ہے کیونکہ ان کی ملاقات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں ہوئی اور وہ براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں عراق کی عداوت کے جوش میں اپنے اصول کو اپنے ہاتھوں ذبح کرنا وہ ایثار ہے جو ان ''اللہ والوں'' کے سوا کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔

ثالثاً حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں یہ ہے: "یا نبی الله وعراقنا" یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ گزارش کرنے والے مسلمان تھے اور عراق کے باشندے۔ اب اشکال یہ ہے کہ آج جو عراق صدام حسین کے ماتحت ہے جس میں کوفہ، بصرہ اور بغداد ہے وہاں کا کوئی باشندہ عہد رسالت میں مسلمان نہیں ہوا تھا لامحالہ ماننا پڑے گا کہ یہ کسی راوی کا وہم ہے حضرت ابن عباس کی روایت میں یقینی طور پر اور حضرت ابن عمر کی روایت میں تو ہم کا احتمال ضرور ہے۔ اور

احتمال کے بعد استدلال باطل۔

حدیث(۲) امام احمد امام بخاری[۱]، امام مسلم[۲] وغیرہ محدثین نے بالفاظ مختلفہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا:

رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يشير الى المشرق فقال ان الفتنة ههنا ان الفتنة ههنا من حيث يطلع قرن الشيطان۔(۱)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ مشرق کی جانب اشارہ کر کے فرمایا بے شک فتنہ وہاں ہے بے شک فتنہ وہاں ہے وہاں سے شیطان کے پیرو نکلیں گے۔

حدیث(۳) امام بخاری[۳] وغیرہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

رأسُ الكفر نحو المشرق، والفخرُ والخيلاءُ فى أهل الخيل والإبل، والفدّادينُ أهل الوبر۔(۲)

۱ احمد بن حنبل، امام، متوفی ۲۴۱ھ، مسند، جلد دوم، ص ۷۳۔

۲ محمد بن اسماعیل، بخاری، محدث، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، اول، ص ۴۶۳۔

۳ محمد بن اسماعیل، بخاری، محدث، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، اول، ص ۴۶۶۔

(۱) صحيح مسلم، جزء٤، ص٢٢٢٨-٢٢٢٩، داراحياء التراث العربى، بيروت

مؤطا مالك، جزء٢، ص٩٧٥، داراحياء التراث العربى، بيروت

المعجم الأوسط، جزء١، ص١٢٢، دار الحرمين، القاهره۔

مسند امام احمد بن حنبل، جزء٢، ص١٨/٤٠/٧٢/٩١/١١١/١٢١/١٤٠/١٤٣، مؤسسة قرطبه، مصر۔

(٢) صحيح بخارى، جزء٣، ص٢٠٢، دار ابن كثير، بيروت۔

صحيح مسلم، جزء ١، ص٧٢-٧٣، دارالأحياء التراث العربى، بيروت۔

المعجم الأوسط، جزء٢، ص٢٠٥، دار الحرمين، القاهره۔

مسند احمد، جزء٢، ص٢٥٢/٤١٨/٥٠٦، مؤسسة قرطبه، مصر۔

یعنی، کفر کی جڑ مشرق کی طرف ہے تکبر اور گھمنڈ گھوڑے اور اونٹ والوں کاشتکاروں اور خیمے والوں میں ہے۔

حدیث (۴) امام بخاری[۱] نے حضرت عقبہ بن عامر اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الا ان القسوة وغلظ القلوب فی الفدادین عند اصول اذناب الا بل حیث یطلع قرنا الشیطان فی ربیعة ومضر۔(۱)

سنو بے رحمی، سنگدلی، کاشتکاروں، اونٹوں کی دموں کی جڑوں کے پاس ہے ربیعہ اور مضر میں جہاں سے شیطان کے دو پیرو نکلیں گے۔

ان احادیث میں مشرق سے مراد نجد ہی ہے اور کوئی دوسرا علاقہ نہیں اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱- مدینہ طیبہ سے مشرق نجد ہے نہ کہ عراق۔ عراق شمال کی طرف ہٹا ہوا مشرق اور شمال کے کونے پر ہے۔ نقشہ منسلک ہے ہر شخص اس کو دیکھ کر اطمینان کرسکتا ہے اور یہ خود مؤوی صاحب کو تسلیم ہے۔ لکھتے ہیں عراق کا محل وقوع مدینہ منورہ سے شمال مشرق کی جانب ہے (ص ۱۷)۔

۲- بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ منبر کے پہلو میں کھڑے ہو کر مشرق کی طرف منہ کر کے اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارکہ کے پاس کھڑے ہو کر مشرق کی طرف اشارہ کر کے فرمایا فتنہ ادھر ہے جہاں سے شیطان کی پیرو نکلیں گے۔ منبر اقدس سے ایک خط مستقیم کھینچیں جو حجرہ عائشہ سے گزرتا ہوا پورب کی طرف چلا جائے تو یہ خط سیدھے نجد پر گزرے گا۔ اس لئے متعین ہے کہ اس سے مراد نجد ہی ہے۔

[۱] محمد بن اسماعیل، بخاری، محدث، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، اول، ص ۴۶۶۔

(۱) صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، رقم الحدیث ۳۰۵۷

صحیح مسلم، کتاب الایمان، رقم الحدیث ۷۲

مسند احمد، باقی مسند المکثرین، رقم الحدیث ۱۴۰۳۱، ۱۴۰۶۸، ۱۴۱۸۸۔

۳- حضرت عقبہ اور حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے "فی ربیعة و مضر" ربیعہ اور مضر اس عہد میں نجد میں رہتے تھے۔ نہ کہ عراق میں جیسا کہ ربیعہ کے بارے میں خود ایک نجدی مصنف کی تصریح گذری اور خود موّوی صاحب کی ربیعہ اور مضر کے بارے میں آرہی ہے۔

۴- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ ہے: "راس الکفر نحو المشرق" کفر کی جڑ مشرق کی طرف ہے، یہ جڑ مسیلمہ کذاب تھا جو نجد کے علاقہ عینیہ میں پیدا ہوا تھا۔

۵- حضرت عقبہ اور حضرت ابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں، "قرنا الشیطان" ہے تثنیہ کے ساتھ یعنی شیطان کے دو پیرو نکلیں گے ایک تو سب کو معلوم ہے کہ مسیلمہ کذاب تھا اور دوسرا مسیلمہ کذاب کا ہم وطن ابن عبدالوہاب ہے اور یہ دونوں نجد ہی میں پیدا ہونے تھے۔

۶- اس حدیث میں یہ بھی تخصیص ہے کہ "شیطان کے دونوں پیرو" ربیعہ اور مضر میں ہوں گے مسیلمہ کذاب بھی مضر ہی سے تھا اور ابن عبدالوہاب بھی مضر ہی سے تھا۔

۷- حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث: "اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا" کو امام احمد[1] نے اپنی مسند میں ان الفاظ میں روایت کیا: "فقال رجل وفی مشرقنا یارسول اللہ ﷺ فقال رسول اللہ ﷺ هناك یطلع قرن الشیطان وبها تسعة اعشار الشر(۱)" ایک صاحب نے عرض کیا اور ہمارے مشرق میں یارسول اللہ! تو فرمایا وہاں شیطان کے پیرو نکلیں گے وہاں ۹/۱۰ شر ہے۔

ایک روایت دوسری کی تفسیر ہوتی ہے اس روایت میں مشرقنا ہے اور عام مشہور و معروف روایتوں میں وفی نجدنا ہے یہ دلیل ہے کہ مشرق سے مراد نجد ہی ہے نہ کہ عراق۔

[1] احمد بن حنبل، امام، متوفی ۲۴۱ھ، مسند، جلد ثانی، ص ۹۰۔

(۱) بعض میں وبه تسعة اعشار الکفر کے الفاظ بھی آئے ہیں

مجمع الزوائد، جزء ۱۰، ص ۵۷، دارالریان للتراث، القاهرہ۔

المعجم الأوسط، جزء ۲، ص ۲۴۹، داراحیاء التراث العزی، مصر۔

مسند الرمیانی، جزء ۲، ص ۴۲۱، مؤسسة قرطبه، القاهرہ۔

حدیث (۵) بخاری[1] میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

یخرج ناس میں قبل المشرق یقرؤن القرآن لا یجاوز تراقیھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیة ثم لا یعودون فیه حتی یعود السھم الی فوقه قیل ما سیماھم قال سیماھم التحلیق او قال التسبید۔(۱)

مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نکلیں کے جو قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ پار کر کے نکل جاتا ہے اسکے بعد دین میں لوٹیں گے نہیں یہاں تک کہ تیر اپنے چلے کی طرف لوٹے، پوچھا گیا ان کی علامت کیا دین ہے؟ فرمایا، ان کی علامت سر منڈانا ہے یا تسبید (پیشانی کا گھٹہ)

نجدیوں سے پہلے جتنے بھی بد مذہب پیدا ہوئے ان میں کسی کی بھی علامت سر منڈانا نہیں تھی البتہ نجدیوں نے ضرور سر منڈانے کو اپنا شعار بنا رکھا اس لئے یہ حدیث اس پر نص ہے کہ اس میں جن لوگوں کا ذکر ہے وہ نجدی ہی ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی عورت ان کے دین میں داخل ہوتی تو اس کا بھی سر منڈاتے۔

---

[1] ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، محدث، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، جلد ثانی، ص ۱۱۲۸۔

(۱) صحیح بخاری، جزء٦، ص ٢٧٨٤، دار ابن کثیر، یمامه۔

المستدرك، جزء٣، ص ٥٠٣/١٦٠، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

مجمع الزوائد، جزء٦، ص ٢٢٩، دار الریان للتراث، دار الکتاب العربی۔

السنن الکبری، جزء٥/٢، ص ١٥٨/٣١٢، دار الکتب العلمیه، بیروت۔

سنن النسائی المجتبی، جزء٧، ص ١٢٠، مکتب المطبوعات الإسلامیه، حلب۔

سنن إبن ماجه، جزء١، ص ٦٢، دار الفکر، بیروت۔

کتاب السنن، جزء٢، ص ٣٧٥، الدار السلفیه، الهند۔

مسند البزار، جزء٩، ص ٣٠٥/٢٩٤، مؤسسة علوم القرآن، بیروت۔

مسند احمد، جزء٤/٣، ص ٤٢٤/٦٤، مؤسسة قرطبه، مصر۔

مسند الرمیانی، جزء٢، ص ٢٦، مؤسسة قرطبه، مصر۔

شیخ الاسلام علامہ سید زینی دحلان نے لکھا کہ،

''یہ حدیث نجدیوں کے بارے میں صریح ہے سید عبدالرحمٰن اہدل مفتی زبید فرماتے تھے، ابن عبدالوہاب کے ردّ کے لئے کسی کو کوئی کتاب لکھنے کی ضرورت نہیں اس کے رد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کافی ہے "سیماھم التحلیق" ان کی علامت سر منڈانا ہے اس لئے کہ ان کے علاوہ دیگر بدمذہبوں میں سے کسی نے بھی اس کو اپنی علامت نہیں بنایا۔

ابن عبدالوہاب ان عورتوں کو بھی سر منڈانے کا حکم دیتا جو اس کے مذہب میں داخل ہوتیں ایک بار ایک عورت نے اس پر حجت قائم کردی یہ عورت بالجبر اس کے دین میں داخل کی گئی اور نجدی کے زعم کے مطابق اس نے تجدید اسلام کیا۔ تو نجدی نے اس کے سر منڈانے کا حکم دیا۔ اس عورت نے کہا اگر اپنے مردوں کی داڑھیوں کے منڈانے کا حکم دے تو تجھے جائز ہوگا؟ کہ عورتوں کے سر منڈانے کا حکم دے۔ اس لئے کہ عورتوں کے سر کا بال مردوں کی داڑھیوں کے بمنزل ہے اس پر وہ کافر مبہوت ہوگیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ ابن عبدالوہاب نے یہ اس لئے کہا کہ اس پر اور اس کے متبعین پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد صادق ہو ان کی علامت منڈانا ہے اس لئے کہ منڈانے سے متبادر سر کا منڈانا ہوتا ہے[1]۔''

نجد کے فتنے

مسیلمہ کذاب:

حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں نجدیوں نے کتنے فتنے اٹھائے۔ اس کی پوری تفصیل احادیث و سیر کی کتابوں میں موجود ہے جو تفصیل دیکھنا چاہے وہ کتب حدیث و سیر کا مطالعہ کرلے ان فتنوں میں سب سے عظیم فتنہ اور خطرناک مسیلمہ کذاب تھا جس نے بہت قوت پکڑ لی

[1] سید احمد بن زینی دحلان، مفتی شافعیہ، متوفی ١٣٠٤ھ، الدرر السنیہ، ص ٤٢۔

تھی، جس کو نیست و نابود کرنے کے لئے سیدنا خالد بن ولید سیف اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتخب صحابہ کرام کا لشکر جرار لے کر گئے اتنا سخت مقابلہ ہوا کہ بعض اوقات مجاہدین اسلام کے پیر اکھڑ گئے لیکن پھر اللہ کی مدد سے حضرت سیف اللہ کی فتح عظیم حاصل ہوئی اس جنگ میں اتنے صحابہ کرام شہید ہوئے کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیق اکبر سے یہ عرض کیا: "ان القتل قد استحریوم الیمامة بالناس (۱)" یوم یمامہ لوگوں کا قتل عام ہوگیا۔

صحابہ کرام کی برکت سے مسیلمہ کذاب مارا گیا اور اس کا فتنہ بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا گیا۔

ابن عبدالوہاب:

اب شیطان کے دوسرے پیرو کی کہانی سنئے:

مسیلمہ کذاب ہی کی جائے پیدائش عینیہ ہی میں خاص اس کے قبیلے بکر بن وائل میں سن ۱۷۰۳ء مطابق سن ۱۱۱۵ھ مذہب وہابیت کا بانی عبد الوہاب پیدا ہوا اور اپنے غیر مقلد استادوں، شیخ محمد حیات سندھی و شیخ عبد اللہ بن ابراہیم بن سیف کے اثر سے انتہائی متعصب غیر مقلد ہوگیا اور اپنی عیاری اور چالاکی سے وہابیت کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا چونکہ اس کے باپ دادا وغیرہ پیری مریدی کرتے تھے ان کا ایک اثر ملک میں تھا تو ہم پرست مریدین میں استخوان پرستی

(۱) صحیح بخاری، جزء۶/۲، ص ۱۷۲۰/۱۹۰۷/۲۶۲۹، دار إبن کثیر، یمامہ۔

صحیح إبن حبان، جزء۱۰، ص ۳۶۰، مؤسسة الرسالہ، بیروت۔

سنن الترمذی، جزء۵، ص۲۸۳، دار أحیاء التراث العربی، بیروت۔

سنن بیهقی کبری، جزء۲، ص ۴۰، مکتبة دار الباز، مکة المکرمه۔

سنن کبری للنسائی، جزء۵، ص۹/۷، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

مسند الطیالسی، جزء۱، ص۳، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

مسند أبو یعلی، جزء۱، ص۶۶، دار المامون للتراث، دمشق۔

شعب الإیمان، جزء۱، ص۱۹۵، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

عام ہوتی ہے اس لئے بیرزادہ ہونے کی وجہ سے اعراب اس کے پھندے میں پھنسنے لگے۔

اس نے معتزلہ، ظاہریہ اور دوسرے گمراہ فرقوں کے تفردات کو اپنا کر پوری دنیا کے مسلمانوں سے الگ تھلگ ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔ اس کے مذہب کی بنیاد اس پر قائم تھی:

نجدی مذہب کی بنیاد

(۱) اس وقت روئے زمین پر جتنے مسلمان ہیں خواہ وہ کہیں کے بھی باشندے ہوں حتیٰ کہ خود نجد کے بھی کافر و مشرک ہیں اور مسلمان صرف وہی ہیں۔

(۲) چونکہ تمام جہان کے مسلمان کافر و مشرک ہیں اس لئے فرض ہے کہ ان سے لڑیں اگر وہ ہماری پیروی نہ کریں تو انہیں قتل کر ڈالیں ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنالیں۔ ان کے بچوں کو غلام بنالیں اوران کے اموال کو مال غنیمت،

ابن سعود سے پیکٹ لیکن اس عقیدے کو پھیلانے کے لئے قوت کی ضرورت تھی اس کے لئے اس نے نجد کے مشہور شہر درعیہ کے والی ابن سعود کو شیشے میں اتارا اور تحفے میں اپنی بیٹی پیش کی[1] اوراس سے ملاقات کی اس ملاقات میں ابن عبدالوہاب نے اس کے سامنے اپنا فارمولا رکھا اوراس کے فوائد بتائے کہ اگر تم اس پر عمل کروگے تو ایک بڑے حکمراں بن جاؤگے اور دنیا کے مشہور و معروف افراد میں تمہارا شمار ہوگا۔ اور انتہائی جوشیلی فوج مفت ہاتھ آئے گی اس فارمولا کی بنیادی باتیں یہ ہیں کہ اس دور کے سارے مسلمان کافر و مشرک ہیں ان کو قتل کرنا، ان کے مال کو لوٹنا ان کی حکومتوں پر قبضہ کرنا سب سے اہم فرض ہے، اگر تھوڑی سی ہمت کرو تو مالا مال بھی ہو جاؤگے اور ایک بہت بڑے فرمانروا بھی۔ ابن سعود یہ سن کر باغ باغ ہوگیا اور اس نے ابن عبدالوہاب سے یہ کہا:

اے شیخ! یہ تو بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول کا دین ہے میں آپ کی امداد و اعانت اور مخالفین توحید (عامہ مسلمین) سے جہاد کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن دو شرطوں کے ساتھ۔

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، التاج المکلل، ص ۳۰۰۔

شرط اول: اگر ہم نے آپ کی مدد کی اور اللہ نے ہمیں فتح دی تو آپ ہمارا ساتھ نہ چھوڑیں۔
شرط دوم: اہل درعیہ سے فصل کے وقت میں کچھ مقرر محصول لیتا ہوں، آپ مجھے اس سے نہ روکیں۔

شیخ (ابن عبدالوہاب) نے جواب دیا:

پہلی شرط بسر وچشم منظور ہے ہاتھ ملاؤ۔ الدم بالدم والھدم بالھدم میرا خون تمہارا خون میری تباہی تمہاری تباہی۔ رہی دوسری شرط سو ان شاء اللہ تمہیں فتوحات اور غنیمتوں میں اتنا کچھ مل جائے گا کہ اس خراج کا دل میں خیال بھی نہ آنے گا۔[1]

ایک اور نجدی مورخ سردار حسنی لکھتے ہیں:

امیر (ابن سعود) اور شیخ (ابن عبدالوہاب) میں مروت اور موافقت کے اقرار ہوئے۔ چنانچہ تلوار، ابن سعود کی تھی اور مذہب شیخ محمد بن عبدالوہاب کا۔ آج اس واقعہ کو دو سو برس گزر چکے ہیں لیکن یہ تعلق اور اشتراک قائم ہے۔

معاہدے کے وقت شیخ محمد بن عبدالوہاب کی عمر ۴۲ سال تھی، اسی سال شیخ نے توحید کے اجراء ونفاذ کے لئے مشرکین (عامۃ مومنین) کے خلاف جنگ کردی۔[2]

ابن سعود کے کارنامے:

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس وقت ابن سعود کی حیثیت بالکل وہی تھی جو مغلیہ دور میں عام جاگیرداروں کی تھی۔ ابن سعود درعیہ اور اس کے ملحقات کا امیر تھا ابن عبدالوہاب سے معاہدے کے بعد ابن سعود نے سب سے پہلے اپنے پڑوسی ریاض (نجد کے موجودہ دارالسلطنت) کے امیر وہم بن دواس پر یلغار کردیا مسلسل تیس سال تک جنگ چلتی رہی جس میں کم از کم چار ہزار عرب مارے گئے[3] اس کے بعد الحساء، جامع زبیر اور دوسرے علاقوں پر وقفہ وقفہ کے ساتھ

[1] مسعود عالم ندوی، محمد بن عبدالوہاب، ص ۳۹-۴۰۔
[2] سردار محمد حسنی، بی اے، سوانح حیات سلطان عبدالعزیز السعود، ص ۴۲-۴۳۔
[3] ایضا

حملے کر کے پورے نجد پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اس جنگ میں نجدیوں نے ہزار ہا بے گناہ مسلمانوں کا قتل عام کیا ان کے اموال کو لوٹا ان کی بستیوں کو برباد کیا اور سینکڑوں مزارات کے قبے ڈھائے اور کتنی مساجد شہید کیں جن میں بہت سے صحابہ کرام کے مزارات تھے اس عہد میں پورا حجاز عثمانی ترکوں کے زیر نگیں تھا یہ وہ فخر روزگار قوم ہے جس نے پانچ سو سال تک یورپ کے متحدہ محاذ کو روکے رکھا، خود سینے پر گولیاں کھاتی رہی اور پورے ملت اسلامیہ کو چین کی نیند سلاتی رہی۔ مگر اللہ عزوجل کی شان بے نیازی کہ انہیں دنوں میں جب کہ آل سعود پورے نجد پر قبضہ کر کے ایک قوت بن چکے تھے، عثمانی ترکوں سے برطانیہ روس جرمنی نے جنگ چھیڑ دی اور اس کا سلسلہ مدت دراز تک چلتا رہا دوسری افتاد ترکوں پر یہ پڑی کہ خود ان میں تخت کے مختلف دعویداروں کے مابین سخت نزاع ہوئی جس کے نتیجے میں یکے بعد دیگرے کئی تخت پر بیٹھنے والے مارے گئے نجد کے درندے یہ سب بہت خوشی سے دیکھتے رہے جب انہوں نے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ ترک کی مرکزی حکومت میں اتنی قوت نہیں ہے کہ حجاز کی کوئی مدد کر سکے تو اس نے حجاز پر حملہ کر دیا اس وقت حجاز کے والی غالب پاشا تھے اس کی تفصیل حضرت مولانا شاہ فضل رسول سیف اللہ المسلول عثمانی بدایونی قدس سرہ کی زبانی سنئے لکھتے ہیں:

حجاز پر نجدیوں کے مظالم:

اس عاقبت نامحمود نے نام نہاد زیارت کعبہ سن ۱۲۲۱ھ اور آخر ایام سلطنت سلطان سلیم، ثالث'' نے بڑے بھیڑ کے ساتھ اللہ کے گھر پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔

وہ اشقیا قرن المنازل کہ میقات نجد کا ہے آپہنچے وہاں سے مکہ کو چھوڑ دوڑ ماری طائف پر۔ اور بے جہت اور بے باز پرس چاروں طرف سے گھیر کر مارنا شروع کیا۔ جو سامنے آیا کیا مرد کیا عورت کیا چھوٹا کیا بڑا سب کو شہید کیا۔ اور مسجد حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اور آثار متبرکہ سب ڈھا کر زمین کے برابر کر دیئے تمام مال و متاع پر تصرف کر کے گماشتے چھوڑتے مارا مار کرتے مکہ معظمہ آئے ایک منزل مکہ باقی رہا

تھا کہ کچھ بچے بھاگے طائف کے آگے آ پہنچے اور طائف کا ماجرا شریف سے عرض کیا۔ شریف کے پاس صرف پانچ سو غلام تھے اور مدد بلانے کی مہلت کہاں تھی۔ شریف باہر نہ نکلے اس عرصہ میں شریف کے غلام بھی اہل شہر سے متفق ہوئے اور شریف سے اذن چاہا۔ شریف نے کہا: میں حکم قتال کا بیت اللہ کی زیارت کے لئے آنے والوں کو کیوں کر دوں۔ اس تکرار میں پر دن آ گیا۔ ناگہاں خبر آئی کہ نجدیہ تلواریں مارتے اور لوٹ کرتے ہوئے داخل حد حرم کے ہو گئے۔ اس وقت شریف کو ان خبیثوں کی خباثت کا یقین ہوا۔ سوائے بھاگ جانے کے کچھ چارہ نہ دیکھا مکہ کے رہنے والے مرد وعورت گھروں کو چھوڑ کر کچھ پہاڑوں پر چڑھ گئے کچھ مسجد الحرام کو پناہ سمجھ کر اس میں آ بھرے نجدی بے دین بے اس کہ کوئی مقابلہ کرے چاروں طرف سے کمال سفاکی اور بے باکی کے ساتھ مسجد حرام میں گھسے وہ لوگ جو کعبہ کے پردے میں چھپے اور قبہ زمزم وحطیم ومقام ابراہیم میں دبے ہوئے تھے ان کا بھی پاس نہ کیا۔ کیا کہوں! جو اس نے کیا۔ دل یاری نہیں دیتا۔ حجر اسود تک ان کے ظلم سے نہیں بچا۔ اس میں بھی صدمات، زد وضرب سے شق آ گیا۔ تمام مال شریف اور اہل مکہ کے مکانوں کا اور حرم کے کارخانوں کا اور نذر کعبہ اپنے تصرف میں لے لیا۔ اور کچھ نہ چھوڑا۔ تب حکم دیا کہ اہل مکہ پہاڑوں سے آ کر اپنے گھروں میں آباد ہوں مگر جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہو اس کو مار ڈالو۔ لیکن مکہ کی شریفوں کی قوم سے کہ رسول اللہ ﷺ کی اہل بیت اور سیادت ان کی صحیح اور تمام عالم میں معتبر۔ کسی کو اماں نہ دو۔ کیا مرد کیا عورت کیا چھوٹا کیا بڑا جہاں پاؤ مار ڈالو۔ اس حکم کے مشہور ہونے سے اہل بیت نبوی نے جس کو طاقت بھاگنے کی تھی۔ جدھر کو راہ پائی آوارہ ہو گئے اور جو ان اشقیا کے ہاتھ پڑا شہید ہوا۔ باقی ماندہ لوگ اپنے گھروں میں آئے اور سامان واسباب سے خالی تھے۔

بعد فراغت کے تخریب مکہ معظمہ سے متوجہ ہوئے مدینہ طیبہ کے غارت کرنے پر تھوڑی سی فوج لے کر دوڑے جس کو پایا شہید کرتے ہوئے مدینہ منورہ پر چھاپہ مارا اور جو

مکہ معظمہ میں کیا تھا اسی سے مدینہ منورہ میں بھی اپنا منہ کالا کیا۔لوٹ مار کے سوا مساجد مقدسہ اور مقابل متبرکہ اور آثار صحابہ واہل بیت سب مسمار کر ڈالے کیا مکہ میں کیا مدینہ میں کیا راہ میں اور وہ سب مسجدیں کہ ان ملحدوں نے ڈھائیں بنائی ہوئی صحابہ وتابعین اور اس وقت سے اب تک زیارت گاہ تمام مسلمانوں کی تھیں یہ غضب دیکھو کہ مسجد قبا میں بھی ان ملحدوں نے بےادبی کی آخر کو روضہ مقدسہ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو کہ صنم اکبر نام رکھا تھا ارادہ ڈھانے کا کیا۔اور ایک جماعت نیت ناپاک سے وہاں گئی جب بھی کی دروازہ کھولا۔ایک اژدھا کے پھنکار کی آواز آئی کہ سب خاک وسیاہ ہو گئے روح ناپاک ان کی دوزخ کو پہنچی۔الحاصل وہاں سے ظلم سے پیٹ بھر کر مع تمام اسباب و سامان نقد وجنس مکہ کو آکر فوج میں ملے اور پاؤں پھیلائے حجاز ونجد کے پاس کے شہروں پر دست درازی کی۔بعضے عراق کے شہروں پر بھی جو فوج سے خالی تھے لوٹ لیا اور قتل کیا کربلائے معلیٰ میں یہی جو مدینہ منورہ میں کیا تھا، کیا۔

نجدیوں کا انجام:

جب سلطان محمود خاں غازی خلف سلطان عبدالحمید خاں کہ مرد باخدا تھا بادشاہ ہوا اپنی سلطنت کی پراگندگی کو حکمت عملی سے جمع کیا محمد علی پاشا والی مصر کو حکم جہاد کا نجدیوں پر دیا، محمد علی پاشا نے ابراہیم پاشا کو حجاز پر بھیجا اس نے آکر ایسا تدارک کیا کہ نام ونشان نجدیوں کا باقی نہ رہا۔[1]

پھر تو یہ حال ہوا کہ آل سعود کو نجد میں پناہ نہ ملی یہ بھاگ کر کویت کے علاقہ میں آکر رہنے لگے۔

دیوبندی بزرگوں کی شہادت:

دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام جناب حسین احمد صاحب صدر مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں:

[1] سیف الجبار، ص ۱۳، الغایت، ص ۱۶، ملخصاً۔

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتدائے تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا تھا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھتا، ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا، اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوگئے الحاصل وہ ایک ظالم وباغی خونخوار فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس سے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ اتنا نہ قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے غرضیکہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بے شک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا چاہئے وہ لوگ یہود ونصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں[1]

مزید لکھتے ہیں:

عقائد:

''شان نبوت وحضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر اور نہ کوئی احسان وفائدہ ان کی ذات سے بعد وفات ہے ان کے بڑوں کا مقولہ ہے معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد کہ ہمارے ہاتھ کی

1. الشہاب الثاقب، ص ۴۲۔

لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا[1]''

مزید لکھتے ہیں:

''محمد بن عبد الوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں ان سے قتل وقتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز ، بلکہ واجب ہے چنانچہ نواب صدیق حسن خاں (غیر مقلد) نے خود اس کے ترجمے میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے[2]''

دیوبندی جماعت کے ایک اور بزرگ شیخ محمد تھانوی نے نسائی کے حاشیہ پر لکھا:

"وقال الشامی کما وقع فی زماننا خروج اتباع عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین واستنباحوا قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتی کسر الله تعالی شق کتهم وخرب بلادهم فظفر بهم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والف کیف وقد قال من لا نبی بعده لا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین لا یضرهم من خالفهم حتی یأتی امر الله" [3]

شامی نے فرمایا جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے متبعین کا خروج ہوا جو نجد سے نکلے اور حرمین طیبین پر بزور قبضہ کیا اہل سنت اور ان کے علماء کے قتل کو جائز جانا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی ان کے شہروں کو برباد کر دیا اور مسلمانوں کے لشکر کو ان پر فتح عطا فرمائی سن ۱۲۳۳ھ میں اور کیسے ایسا نہیں ہوتا کہ انہوں نے فرمایا ہے جن کے بعد کوئی نبی نہیں کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا اور غالب رہے گا ان کے مخالفین ان کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آ جائے۔

---

۱ الشہاب الثاقب، ص ۴۳۔

۲ الشہاب الثاقب، ص ۴۳۔

۳ شیخ محمد تھانوی، مولوی، حاشیہ نسائی، ص ۱۷۴۔

جناب شیخ محمد تھانوی صاحب نے علامہ شامی کی جو عبارت نقل کی ہے اسمیں یہ بھی ہے:

"وکانوا ینتحلون مذهب الحنابله لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون"[1]

اور اپنے آپ کو حنبلی بتاتے تھے لیکن ان کا اعتقاد یہ تھا کہ صرف یہی مسلمان ہیں اور جو ان کے اعتقاد کا مخالف ہو مشرک ہے۔

دیوبندی جماعت کے تمام اکابر کی مصدقہ کتاب المہند علی المفند میں خلیل احمد صاحب انبیٹھی نے لکھا:

''ہمارے نزدیک ان (نجدیوں) کا وہی حکم ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا۔ اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی، جنہوں نے امام پر چڑھائی کی۔ یہ لوگ ہماری جان و مال کو حلال سمجھتے ہیں اور ہماری عورتوں کو قیدی بناتے ہیں ان کا حکم باغیوں کا ہے۔ اور (جو) علامہ شامی نے اس کے حاشیئے میں فرمایا ہے جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبد الوہاب کے تابعین سرزمین نجد سے نکل کر حرمین طیبین پر متغلب ہوئے اپنے کو حنبلی بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدے کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بناء پر انہوں نے اہل سنت اور علماء اہل سنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی۔[2]''

ایک عراقی عالم کا انکشاف:

ایک عراقی عالم علامہ جمیل آفندی صدقی زہاروی، نجدیوں کی بے رحمی سنگدلی، علم دین اور علماء امت سے عداوت کی تفصیل لکھتے ہیں:

''ابن عبدالوہاب کے برے کاموں میں اسے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے کثیر تعداد میں

---

[1] محمد امین الشہیر بابن عابدین الشامی، علامہ، ردالمختار، ج۳، ص۳۰۹۔

[2] خلیل احمد انبیٹھی، مولوی، المہند علی المفند، ص۱۸-۱۹

علمی کتابوں کو جلواڈالا۔ دوسرا یہ کہ کثیر علماء کو قتل کرادیا۔ اسی طرح عوام وخواص میں سے بے حساب بے گناہوں کے خون ناحق سے اس کے ہاتھ رنگین ہوئے اس نے مسلمانوں کے قتل کو حلال اور مال کو لوٹنا جائز ٹھہرایا تھا تیسرا بدترین فعل یہ ہے کہ اس نے اولیاء اللہ کی قبروں کو کھدواڈالا اور چوتھا اس سے بھی بدتر یہ کہ ''احساء'' میں اولیاء کرام کی قبروں کو بیت الخلاء میں تبدیل کرادیا، دلائل الخیرات و دوسرے اوراد واذکار سے منع کرتا تھا اسی طرح میلاد شریف اور مسجد کے مناروں میں اذان کے بعد درود شریف پڑھنے سے روکتا تھا جو مسلمان یہ مبارک اور مستحسن کام کرتے ان کو قتل کرادیتا، نماز کے بعد (اللہ سے بھی) دعا مانگنے سے روکتا تھا انبیاء ملائکہ اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا مانگنے کو صراحۃً کفر قرار دیتا تھا اور کہتا تھا جو کسی کو مولانا یا سیدنا کہے وہ کافر ہے۔

بدعہدی اور درندگی:

وہابیہ کے بدترین مظالم میں سے یہ ہے کہ انہوں نے طائف پر غلبہ پاکر قتل عام کیا یہاں تک کہ بوڑھوں کو بھی نہیں چھوڑا اور اس سلسلے میں انہوں نے امیر، ماموراور عوام و خواص کا کوئی فرق روانہیں رکھا۔ ظلم کی انتہاء یہ تھی کہ ماں کے سامنے اس کے شیر خوار بچے کو ذبح کردیا کرتے تھے۔ ایک جگہ کچھ لوگ قرآن کریم کی تلاوت کررہے تھے نجدیوں نے ان تمام لوگوں کو اسی حالت میں قتل کردیا گھروں سے فارغ ہونے کے بعد دکانوں اور مسجدوں کا رخ کیا مسجد میں نمازیوں کو عین نماز کی حالت میں شہید کیا کسی کو قیام کی حالت میں کسی کو رکوع کی حالت میں کسی کو سجدے کی حالت میں یہاں تک کہ بیس پچیس کے سوا تمام اہل طائف تہہ تیغ کردیئے گے ایک دن میں دوسو ستر مسلمان قتل کئے دوسرے دن بھی اتنے ہی لوگوں کو قتل کیا اور تیسرے دن بھی پھر اہل طائف کو دھوکے سے بلایا اور ان کو امان دینے کے بہانے سے ان کے تمام ہتھیار لے لئے پھر ان کو برفانی وادی میں لے گئے مردوں، عورتوں کے تمام کپڑے اتروا کر ان کو ننگا تڑپتا چھوڑ کر

چلے گئے ان لوگوں کے تمام مال ومتاع کو لوٹ لیا اور کتابوں کو سر عام پھینک دیا ان میں قرآن کریم کے بھی نسخے تھے صحیح بخاری وصحیح مسلم اور حدیث کی دوسری کتابیں اور فقہ کی کتابیں تھیں جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی کافی عرصہ تک یہ کتابیں اپنی عظمت و حرمت کو یونہی صدائیں دیتی رہیں نجدی ان مقدس اوراق کو اپنے قدموں سے روندتے رہے کسی کو اجازت نہیں تھی کہ ان میں سے کوئی ورق اٹھالے اور اس کے بعد انہوں نے طائف کے گھروں میں آگ لگادی اور ایک خوبصورت آباد شہر کو برباد کر کے چٹیل میدان کر دیا۔[1]

ہم نے نجدیوں کے عقائد ان کے مظالم ان کی بے رحمی سنگدلی اور مسلمانوں کے ساتھ عداوت کی تھوڑی سی تصویر ناظرین کے سامنے کھینچ دی ہے پوری تفصیل دیکھنا چاہیں تو تاریخ نجد و حجاز مصنفہ حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم قادری (رحمۃ اللہ علیہ) کا مطالعہ کریں ہم اس وقت نجدیوں کی تاریخ لکھنے نہیں بیٹھے ہیں ان حوالہ جات سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے جو ارشاد فرمایا کہ نجد سے شیطان کے پیرو نکلیں گے اس کا مصداق ابن عبدالوہاب نجدی ہے اس نے نجد میں پیدا ہو کر اور نجد کے ان جنگلی بدوؤں کو جو لوٹ مار کے خوگر اور جاہل تھے یہ پٹی پڑھا کر کہ نجد سے لے کر حرمین طیبین تک سارے مسلمان کافر و مشرک ہیں ان سے لڑنا فرض اور ان کا مال مال غنیمت ہے جو فتنہ مچایا دو سو سال گزرنے کے بعد بھی آج تک ختم نہیں ہوا ہم نے ابھی جو کچھ ذکر کیا ہے یہ نجدیوں کا پہلا دور تھا اب تھوڑی سی دوسری دور کی بھی کہانی سن لیجئے۔

نجدی فتنے کا دوسرا دور

محمد علی پاشا والی مصر نے حجاز کے ساتھ نجد کو فتح کر کے مصر کا ایک صوبہ بنا لیا تھا۔ آل سعود پر ایک وقت وہ بھی آیا کہ ان کو نجد چھوڑ کر کویت میں پناہ لینی پڑی۔ اب ہم آگے کی داستان ایک غیر مقلد محمد صدیق قریشی کی کہانی پیش کر رہے ہیں۔

[1] جمیل عراقی، مولانا، الفجر الصادق، ص ۳۰-۱۹۔

ناظرین اس دور میں عالمی سیاست کا جو حال تھا اس کو بھی مدنظر رکھیں سن ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں ترک نے اتحادی حکومتوں کے خلاف جرمن کا ساتھ دیا جب اس جنگ میں جرمن کو شکست ہوئی تو ترکوں کی بھی کمر ٹوٹ گئی دوسری طرف کرنل لارنس سالہا سال سے عرب میں ترکوں کے خلاف عرب قومیت کا پروپیگنڈہ کر رہا تھا جس سے متاثر ہو کر عرب کے تمام ممالک ترکوں کے خلاف آزادی کا نعرہ لگا کر الگ ہو چکے تھے حجاز کے والی شریف حسین نے جب یہ دیکھا کہ مرکز کمزور ہو چکا ہے اور آس پاس کے تمام ممالک مرکز سے رشتہ توڑ چکے ہیں تو اس نے بھی اپنی مستقل حکومت کا اعلان کر دیا ادھر برطانیہ نقد و اسلحہ کے ذریعے آل سعود کو بھرپور مدد پہنچا رہا تھا اور شہ بھی دے رہا تھا۔

وجہ یہ تھی کہ والی حجاز شریف حسین اگرچہ ترکوں کی مرکزی حکومت سے الگ ہو چکا تھا مگر تھا ترک بچہ وہ کسی وقت بھی خطرناک ہو سکتا تھا اور اتنا تو طے ہے کہ وہ کبھی بھی برطانیہ کا آلہ کار نہیں بن سکتا تھا۔

آل سعود نے برطانیہ کی امداد و شہ پر پہلے ترکوں کے حلیف آل رشید کو شکست دے کر نجد پر قبضہ کیا۔ پھر آگے بڑھ کر شریف حسین کو عرب سے نکال کر ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء کو حجاز و نجد میں اپنی شخصی حکومت قائم کر لی اب آیئے تفصیل محمد صدیق قریشی غیر مقلد کی زبانی سنئے۔[1]

''موجودہ سعودی سلطنت کے بانی شاہ عبدالعزیز تھے وہ ۲۲ دسمبر ۱۸۸۱ء (۲۹ ذو الحجہ سن ۱۲۹۷ھ) کو ریاض میں پیدا ہوئے اس کے باپ عبدالرحمٰن بن فیصل اپنے چاروں بیٹوں کے ساتھ کویت میں پناہ گزیں ہو چکے تھے عبدالرحمٰن نے کویت پہنچ کر امیر کویت کی مدد سے اپنی کھوئی ہوئی مملکت واپس لینے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہے حتیٰ کہ انہیں سن ۱۸۹۱ء میں اپنی عورتوں اور بچوں کو بحرین میں پناہ لینے کے لئے بھیجنا پڑا۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ عبدالعزیز نے ایک رات ریاض کے قلعہ پر حملہ کر دیا اور ریاض کے گورنر اور اس کے باڈی گارڈز کو زیر کر کے اور اس کے گورنر کو قتل کر کے اس کے چالیس

---

[1] محمد صدیق قریشی، فیصل، ص ۱۹ تا ۲۸۔

ساتھیوں کو مارڈالا۔ باقی چالیس نے ہتھیار ڈال دیئے جس کے نتیجے میں ریاض کے قلعے پر عبدالعزیز کا قبضہ ہوگیا یہ دس جنوری سن۱۹۰۲ء کا واقعہ ہے۔"

انگریزوں سے ساز باز:

جب جنگ عظیم چھڑی تو آل سعود نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ ۲۶ دسمبر سن ۱۹۱۵ء کو برطانیہ اور ابن سعود کے درمیان معاہدہ داران ہوا، برطانیہ کی طرف سے معاہدہ پر خلیج فارس کے علاقے میں مقیم چیف پولیٹیکل ریزیڈنٹ سر پرسی کاکس نے دستخط کئے معاہدے کی دفعات یہ تھیں۔

۱) برطانیہ نے ابن سعود اور ان کی اولاد کو نجد کا حکمران تسلیم کرلیا۔

۲) بیرونی جارحیت کی صورت میں ابن سعود کو برطانیہ کی اعانت حاصل ہوگئی۔

۳) ابن سعود کے بیرونی معاملات پر برطانوی سیادت تسلیم کرلی گئی۔

۴) ابن سعود نے یہ تسلیم کیا کہ وہ اپنا علاقہ یا اس کا کچھ حصہ برطانیہ کی مرضی کے بغیر کسی طاقت کے حوالہ نہ کریں گے۔

۵) ابن سعود اپنے علاقے میں حاجیوں کے راستے کھلے رکھیں گے

۶) ابن سعود نے وعدہ کیا کہ وہ کویت، بحرین اور ساحلی امارتوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کریں گے۔

معاہدہ کا قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ اس میں ایسی کوئی دفعہ نہیں تھی کہ ابن سعود شریف حسین کے علاقے پر حملہ نہ کرینگے بعدازاں کاکس کی استدعا پر ابن سعود نے ستمبر سن۱۹۱۴ء میں کویت کے شیخ جابر الصباح عنیترہ کے شیخ فہد اور محمرہ کے شیخ ہذالی سے بصرہ میں ملاقات کی۔ اس ملاقات کے نتیجے میں ابن سعود کو برطانیہ سے ساٹھ ہزار پونڈ سالانہ کی امداد ملنے لگی۔ آگے چل کر یہ رقم ایک لاکھ پونڈ مقرر کردی گئی علاوہ ازیں انہیں تین ہزار رائفلیں اور تین مشین گنیں بھی تحفے میں دی گئیں برطانیہ کی اس بیش بہا امداد کی بدولت

ابن سعود اپنی طاقت بڑھاتا رہا دوسری طرف عرب کے جنگجو بدوؤں کو اپنا ہمنوا بنالیا۔

جب ابن سعود ہر طرح سے مضبوط ہوگیا تو اس نے ۲۴ اگست سن ۱۹۲۴ کو حجاز پر حملہ کردیا ابن سعود کی فوجوں نے طائف کو گھیر لیا شدید مزاحمت کے بعد طائف فتح ہوگیا۔ اب سعودی افواج مکہ کی طرف بڑھیں، ۱۵ روز کے بعد مکہ معظمہ پر بھی آل سعود کا پھریرا لہرانے لگا۔ ۵ دسمبر سن ۱۹۲۵ء کو دس مہینے کے محاصرے کے بعد مدینہ طیبہ فتح ہوگیا اور ۲۳ دسمبر کو سعودی فوج نے جدہ پر قبضہ کرلیا۔''

مولانا محمد علی جوہر طائف کے مظالم کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مرکزی خلافت کمیٹی کو حسب ذیل تار مکہ معظمہ سے وصول ہوا۔ ۱۱ ستمبر باشندگان مکہ معظمہ آج کعبۃ اللہ کے سامنے جمع ہوئے ہیں جن میں تقریباً بیس ہزار مسلمان باشندگان جاوا، ہندوستان، سوڈان، الجزائر، روس شامل تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر مذہبی دنیا کو یہ بتایا کہ وہابیوں نے شہر طائف پر حملہ کیا، فوج ہاشمی نے بڑی بے جگری سے ان کا مقابلہ کیا۔ باشندگان مکہ اور حکومت ہاشمی جس کی حمایت عام طریقے پر کی جارہی ہے ہر ممکن کوشش اس امر کی ہے کہ بے گناہ باشندگان اور غیر ملکیوں کو بچایا جائے لیکن وہابیوں نے بجائے اس کے کہ وہ باقاعدہ طور پر قبضہ کرتے نہایت وحشیانہ طریقہ اختیار کیا اور وہاں کے باشندوں اور غیر ملکی رعایا پر جو وہاں مقیم تھی انتہائی ظلم کیا ہے۔ وہابیوں نے حضرت ابن عباس کے مزار کو پھونک دینے کے بعد ساری آبادی کو تہہ تیغ کیا جس میں بچے، عورتیں اور بوڑھے سب شامل تھے یعنی مختصر الفاظ میں ساری رعایا اور کل غیر ملکی باشندے مارے گئے انسانیت، تہذیب اور انصاف کے نام پر جس کی لیگ اقوام علم بردار ہے، ہم درخواست کرتے ہیں کہ ان مظالم کا خاتمہ کیا جائے اور ان وحشیانہ حرکات کو جن سے تہذیب اور انسانیت تھراتی ہے، جلد سے جلد سخت ترین کارروائی کر کے خاتمہ کیا جائے ۱۰ ستمبر سن ۱۹۲۴ء[1]

[1] مولانا محمد علی جوہر، نگارشات محمد علی، ص ۲۰۔

مکہ مکرمہ پر نجدیوں کے مظالم:

حرمین طیبین کے مجبور و بے کس مسلمانوں کی کسے پرواہ تھی۔ لیکن چونکہ طائف میں دوسرے ممالک کے بھی مسلمانوں کا بھی قتل عام کیا گیا تھا جس کے نتیجے میں ان ممالک کے حکام نے برطانیہ پر زور ڈالا کہ وہ اپنے لخت جگر لاڈلے پیارے نجدیوں کو ان انسانیت سوز حرکتوں سے باز رکھے۔ برطانیہ نے اپنے عالمی مفاد کے پیش نظر اپنے فرزند ارجمند نجدی خونخوار کو سخت تنبیہ کی جس کا یہ فائدہ تو ہوا کہ مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ میں قتل عام نہیں ہوا مگر جو کچھ ہوا اور کم جگر سوز نہیں۔ نجدی ترجمان، سردار حسنی کی زبانی سنئے:

یہ واقعہ ہے کہ سلطان ابن سعود کے احکام اس وقت اہلیان مکہ کے کام آئے شہر میں قتل و غارت نہ ہوا۔ طائف کے کشت وخون کے متعلق انگریزوں نے زبردست احتجاج کیا تھا اور سلطان ابن سعود نے ارادہ کرلیا تھا کہ حجاز کے متعلق بقیہ کارروائیاں ان کی ذاتی نگرانی کے ماتحت ہوں چنانچہ شہر میں امن وامان کا اعلان کر دیا گیا لیکن امن وامان قائم ہونے کے باوجود اخوان بپھرے ہوئے تھے۔ انہیں اصرار تھا کہ اگر مکہ کے مشرکین (یعنی وہاں کے مسلمان باشندے) بچ جائیں تو بچ جائیں لیکن مقابر و مزارات ضرور شہید کر دیئے جائینگے اور مساجد کی آرائشیں ضائع کر دی جائیں گی کیونکہ ان کے اعتقاد کے مطابق ان چیزوں کے وجود میں شرک کا شائبہ پایا جاتا ہے چنانچہ حرم کے تمام مقدس مزارات جو صدیوں سے زائرین کے مرجع رہے تھے آن کی آن میں تباہ و برباد کر دیئے گئے وہ تمام رسوم و شعائر جن کی سند وہابیوں کے اعتقاد کے مطابق قرآن وسنت میں موجود نہ تھی بیک جنبش قلم ممنوع قرار دے دیئے گئے اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام عالم اسلام میں اضطراب کی لہر اٹھی۔ ایران کے شیعوں اور ہندوستانی مسلمانوں میں ماتم کی صفیں بچھ گئیں انہوں (نجدیوں) نے مسلمانوں کے غم وغصہ کی کچھ پرواہ نہ کی اور اپنے کام سے کام رکھا۔[1]

---

[1] سردار محمد حسنی، بی اے، حیات سلطان عبدالعزیز، ص ۱۵۵۔

مدینہ منورہ کی بے حرمتی:

مرزا حیرت غیر مقلد لکھتے ہیں:

''سن ۱۸۰۳ء کے اختتام پر مدینہ بھی سعود بن عبد العزیز کے قبضے میں آ گیا مدینہ کے لئے اس کے مذہبی جوش میں یہاں تک اُبال آیا کہ اس نے مقبروں سے گزر کر خود نبی اکرم کے مزار کو بھی سلامت نہ چھوڑا آپ ﷺ کے مزار کی جواہر نگار چھت برباد کر دیا اور اس چادر کو اٹھا دیا جو آپ کے مزار مقدس پر پڑی رہتی تھی''[1]

رشید رضا مصری لکھتے ہیں:

''یہی لوگ (نجدی) تیرہویں صدی ہجری کے آغاز میں حرمین شریفین پر قابض تھے۔ لیکن انہوں نے حجرہ شریفہ کو نہیں گرایا۔ البتہ بعض مؤرخین کا قول ہے کہ انہوں نے حرم نبوی کے قبے کے اوپر سے سونے کا ہلال اور کرہ اتار لیا تھا اور وہ قبے کو بھی گرانا چاہتے تھے لیکن ان کارکنوں میں سے جو ہلال اور کرہ مذکورہ کو اتارنے کے لئے اوپر چڑھے تھے دو آدمی نیچے گر کر مر گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے قبہ گرانے کا ارادہ ترک کر دیا۔[2]

غیر مقلدین کے امام صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں:

''(سعود بن عبد العزیز) پھر مدینہ منورہ گیا اور وہاں کے لوگوں پر جزیہ باندھا اور اس کے خزائن اور دفائن سب لوٹ کر درعیہ کو لے گیا بعضوں نے کہا کہ ساٹھ اونٹوں پر بار کر کے خزانے لے گیا اور ایسا ہی ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات کے ساتھ پیش آیا لوگوں کو دعوت وہابیہ کے قبول کرنے پر مجبور کیا اور سعود نے قبہ مزار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھانے کا قصد کیا مگر اس کا مرتکب نہ ہوا اور حکم کیا کہ بیت اللہ کا حج سوائے وہابیوں کے اور کوئی نہ کرے اور عثمانیوں کو حج سے مانع ہوا اور کئی برس تلک لوگ حج سے محروم رہے اور

---

1. مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ، ص ۳۰۵۔
2. محمد رشید رضا، ایڈیٹر، المنار، مصر، نجد و حجاز، ص ۱۱۳-۱۱۲۔

شام سے نجم کے لوگوں کو حج نصیب نہ ہوا۔[1]

سردار حسنی لکھتے ہیں:

ایرانی حکومت نے ایک وفد تحقیق حالات کی غرض سے بھیجا سن ۱۹۲۵ء کے اواخر میں اس وفد نے بیان شائع کیا کہ واقعی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ کے گنبد میں پانچ گولیاں لگی ہیں۔[2]

خلافت کمیٹی کی رپورٹ

قریب ہے یار و روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر، لہو پکارے گا آستین کا

اب ہم اس دردناک داستان کو خلافت کمیٹی کی رپورٹ پر ختم کر رہے ہیں:

اول کے مطابق سلطان بن سعود کی طرف سے نہ صرف یہ اطمینان دلایا گیا کہ مدینہ منورہ کے مشاہد و مقابر ان صدمات سے محفوظ رہیں گے جو مکہ معظمہ کے مشاہد و مقابر کو پہونچے تھے بلکہ حافظ وہبہ نے ۲۶ نومبر سن ۱۹۲۵ء کو سرکاری طور پر آکر وفد کو اطلاع دی کہ مسجد ابو قتیبیں کی تعمیر ہوگئی ہے مزار نبوی کی تعمیر کا کام دوسرے دن صبح سے شروع ہو جائے گا اور دیگر مقامات کے تحفظ کے متعلق احکامات صادر ہوں گے جس پر وفد کے تمام ارکان کے دستخط لئے۔[3]

بدعہدی:

اس وعدے کے باوجود مدینہ طیبہ کے سارے قبے ڈھا دیئے گئے مزارات مقدسہ کو کھود کر کھنڈر بنا دیا گیا کتنی مسجدیں نیست و نابود کر دی گئیں جس کی تفصیل آپ پہلے سن چکے ہیں۔

۱۔ نواب صدیق خاں بھوپالی، ترجمان وہابیہ، ص ۳۶۔
۲۔ سردار محمد حسنی، بی اے، حیات سلطان ابن سعود، ص ۱۵۷۔
۳۔ محمد علی جوہر، نگارشات محمد علی، ص ۲۴۔

خلاصہ کلام

ان مخالف وموافق مصنفین کی باتوں سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

۱- ابن عبدالوہاب نجدی نجد کے علاقہ مسیلمہ کذاب کی جائے پیدائش عینیہ میں پیدا ہوا۔

۲- اس نے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی۔

۳- اس وقت کے درعیہ کے والی ابن سعود کو اپنا ہم مذہب بنالیا۔

۴- اس نئے مذہب کی بنیاد اس پر قائم تھی کہ سوائے ابن عبدالوہاب اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کے تمام دنیا کے مسلمان چھ صدی سے مشرک وکافر ہیں[1] ان سے جہاد فرض، بزور شمشیر ان کو اپنے عقیدے میں داخل کرنا فرض، ان کو قتل کرنا فرض، ان کے اموال کو لوٹنا فرض ہے۔

۵- اس عقیدے کے تحت ابن سعود نے نجدی مذہب قبول کرنے کے بعد پہلے اندر اندر نجد کے بدؤں میں مسلمانوں کو لوٹنے اور مارنے کی زمین دوز تحریک چلائی پھر قوت ملتے ہی اپنے پڑوسی چھوٹے چھوٹے شیوخ کو اپنا مطیع وفرمانبردار بناتے ہوئے اور بصورت دیگر انہیں قتل کرتے ہوئے پورے نجد اور پھر حرمین طیبین پر قابض ہوگیا۔

۶- جہاں بھی یہ گیا وہاں بلا گناہ مسلمانوں کا ایک طرف سے قتل عام کیا نہ چھوٹے کو چھوڑا نہ بڑے کو نہ مرد کو نہ عورت کو۔ اور شہروں کو تباہ وبرباد کردیا۔

۷- تمام مزارات مقدسہ کے قبہ جات ڈھا دیئے ان کو کھود کر کھنڈر بنا دیا۔

۸- خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گنبد پر گولیاں چلائیں اس کا سونے کا ہلال اور سونے کی چھتر اتاری گنبد اقدس بھی ڈھانا چاہتا تھا مگر اللہ عزوجل نے اس کے دل میں رُعب ڈال دیا۔

۹- کثیر مساجد کو بھی ڈھا کر زمین کے برابر کردیا۔

۱۰- قرآن مجید اور احادیث وفقہ کی کتابوں کو سڑکوں پر پھینک کر ان کی انتہائی بے حرمتی کی۔

---

[1] سید احمد بن زینی دحلان، شیخ الاسلام، متوفی ۱۳۰۴ھ، الدرر السنیہ، ص ۴۶۔

۱۱- عثمانی ترکوں کوختم کرنے کیلئے برطانوی نصرانیوں سے امداد لی ان کو اپنا دوست اور ولی بنایا۔

۱۲- نجدیوں کا مذہب مسلمانوں کے سواد اعظم سے الگ ایک نیا ابن عبدالوہاب کا تراشیدہ مذہب ہے۔

نجدیوں کی تردید:

اسی وجہ سے اس وقت سے لے کر آج تک کے تمام علماء اسلام نے نجدیوں کا رد لکھا جن میں سرفہرست ابن عبدالوہاب کے حقیقی بھائی شیخ سلیمان بن عبدالوہاب بھی ہیں تاریخ نجد و حجاز میں ہندوستان و پاکستان کے علماء اہل سنت کو چھوڑ کر دوسرے ممالک اسلامیہ کے بیالیس (۴۲) علماء کبار کی فہرست درج ہے۔

اب چند واقعات ان کی درندگی اور قساوت کے اور سنئے:

نجدیوں کی جفا اور قساوت

۱) ایک نابینا مؤذن تھے جو اس عہد کے عام دستور کے مطابق اذان کے بعد جماعت سے پہلے تثویب کہا کرتے تھے اور اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھتے تھے نجدیوں نے ان نابینا کو صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے جرم میں مینارہ سے اٹھا کر نیچے پھینک دیا اور وہ شہید ہو گئے۔[1]

۲) وہابی تمباکو پینے کو حرام کہتے ہیں ایک دن مکہ معظمہ میں کسی نجدی حاکم نے ایک خاتون کو جو حقہ پینے کی عادی تھی حقہ پیتے دیکھ لیا اس بدو حاکم نے اس معزز خاتون کو گدھے پر سوار کیا اور اس کی گردن میں اس کا حقہ لٹکا اور راستے گلی گلی پھرایا۔[2]

۳) طائف شریف میں قرآن مجید اور کتب احادیث تک کو سڑکوں پر پھینک دیا اور اسے پاؤں سے روندا۔

---

[1] جمیل عراقی، علامہ، الفجر الصادق، ص ۱۸۔

[2] مرزا حیرت دہلوی، حیات طیبہ، ص ۲۰۳

۴) ایک عورت نجدی مذہب میں داخل ہوئیں تو اسے حکم دیا کہ اس کا سر مونڈ دیا جائے یہ ایام شرک کے بال ہیں اس پر عورت نے کہا تم اپنے مردوں کی داڑھیاں کیوں نہیں مونڈتے عورتوں کے سروں پر بال ایسے ہی ہیں جیسے مردوں کی داڑھیاں۔[1]

۵) ملک فتح کرنے کے بعد جوانوں کو تو جانے دیجئے بوڑھوں کو بھی زندہ نہیں چھوڑتے تھے نماز پڑھنے کی حالت میں نمازیوں کو مار ڈالتے تھے تلاوت کرنے کی حالت میں تلاوت کرنے والوں کو شہید کر دیتے تھے مکانوں میں آگ لگا کر جلا ڈالتے تھے عمارتوں کو کھود کر پھینک دیتے تھے وغیرذلک۔

٦) احساء کے کچھ لوگ مدینہ طیبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت کے لئے گئے تو ان کی داڑھیاں مونڈ ڈالیں۔

ہم نے ابتداء میں نجد کے بارے میں جو احادیث نقل کی ہیں ان کو ایک بار پھر پڑھئے اور نجدیوں کی تاریخ پڑھئے آپ پر خود ہی منکشف ہو جائے گا کہ وہ قرن الشیطان جس کے خروج کی خبر حضور اقدس ﷺ نے دی تھی وہ سوائے ان نجدیوں کے اور کوئی دوسرا نہیں ہے۔

احادیث کی نص صریح جغرافیائی جائے وقوع اور واقعات سب اس کے شاہد ہیں کہ یہ ابن عبدالوہاب اور اس کے پیرو آل سعود ہی ہیں۔

توضیح مزید:

ابن عبدالوہاب نجدی عرب کے مشہور فسادی اور گستاخ قبیلے بنی تمیم کا فرد ہے۔[2]

احادیث میں اس قبیلے کی بدتمیزیاں مذکور ہیں امام بخاری نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ بنی تمیم کے کچھ لوگ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو حضور اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا اے بنی تمیم تمہیں بشارت ہو، انہوں نے کہا، آپ

1. سید احمد بن زینی دحلان، شیخ الاسلام، متوفی ۱۳۰۴ھ، الدرر السنیہ، ص ۵۰۔
2. سید احمد بن زینی دحلان، شیخ الاسلام، متوفی ۱۳۰۴ھ، الدرر السنیہ، ص ۴۲، جلاء الظلام فی الرد علی النجدی الذی اضل العوام شیر الوجد فی انساب ملوک نجد۔

بشارت تو دے چکے کچھ (مال) دیجئے اس پر حضور کا چہرہ بدل گیا اس کے بعد اہل یمن حاضر ہوئے تو فرمایا اے اہل یمن! بشارت قبول کرو جب کہ بنی تمیم نے اسے قبول نہیں کیا۔ انہوں نے عرض کیا ہم نے قبول کیا (الحدیث)۔[1] (۱)

بنی تمیم ہی کے وہ لوگ تھے کہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکان کے اندر تشریف رکھتے تھے انہوں نے آکر باہر ہی سے چلانا شروع کر دیا یا محمد یا محمد ہمارے پاس آیئے اس لئے کہ ہماری تعریف زینت ہے اور ہماری برائی عیب ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قیلولہ فرما رہے تھے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِن وَّرَاءِ الْحُجُرَاتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾

یعنی جو لوگ تمہیں حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان کے اکثر بے عقل ہیں

مشہور گستاخ ذوالخویصرہ بھی بنی تمیم ہی سے تھا بخاری وغیرہ میں جس کا قصہ مذکور ہے حضرت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے اور حضور (جعرانہ میں مال غنیمت) تقسیم فرما رہے تھے اتنے میں ذوالخویصرہ آیا اور یہ بنی تمیم کا ایک شخص تھا اور یہ کہا یا رسول اللہ ﷺ انصاف کرو۔ دوسری روایتوں میں ہے کہ اس گستاخ نے کہا اِعدل یا محمد یعنی اے محمد انصاف کر۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں انصاف نہ کروں تو کون انصاف کرے گا اگر میں انصاف نہ کروں تو تو خائب و خاسر ہو گیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! اجازت دیجئے میں اس کی گردن اُڑا دوں۔ فرمایا اسے چھوڑ دو اس کے کچھ ساتھی ہیں دوسری روایتوں میں ہے کہ اس کے پیٹھ سے ایک قوم پیدا ہوگی کہ تم لوگ اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں

[1] محمد بن اسماعیل، محدث، صحیح بخاری، ج ۱، ص ۴۵۳۔

(۱) صحيح بخاری، جزء۳/۴، ص ۱۵۹۴/۱۱۶۵، دار إبن كثير، اليمامه۔

سنن الترمذی، جزء۵، ص ۷۳۲، دار أحياء التراث العربی، بيروت۔

مسند الرمهانی، جزء۱، ص۱۱۸، مؤسسة قرطبه، القاهره۔

مسند احمد، جزء۴، ص ۴۳۶/۴۳۳، مؤسسة قرطبه، القاهره۔

سے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں سے حقیر جانو گے قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے آگے نہ بڑھے گا دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے۔[1]

بخاری مغازی میں یوں ہے کہ ایک شخص کھڑا ہوا جس کی دو آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں گال کی ہڈیاں اور پیشانی اُبھری ہوئی تھی گھنی داڑھی والا، سر منڈائے، تہبند اُٹھائے ہوئے اور کہا یارسول اللہ! اللہ سے ڈریئے، فرمایا! تیرے لئے خرابی ہو کیا میں تمام روئے زمین والوں سے زیادہ اللہ سے نہیں ڈرتا۔ پھر یہ شخص چلا گیا جب وہ پیٹھ پھیر چکا تو حضور ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا، اس کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جو تر زبان کے ساتھ کتاب اللہ کی تلاوت کرے گی لیکن ان کے حلق سے آگے نہ بڑھے گا۔ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کہ تیر اپنے نشانہ سے نکل جاتا ہے اگر میں انہیں پاؤں گا تو ثمود کی طرف قتل کردوں گا۔[2]

مسند امام احمد میں حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سے دینار آئے حضور نے اسے تقسیم فرمایا۔ اور وہاں ایک شخص تھا کٹے ہوئے بال والا، گندم گوں یا کالا، اس کی آنکھوں کے درمیان سجدے کے نشان، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے والوں کو دیا اور بائیں والوں کو دیا اور پیچھے والوں کو نہ دیا، یہ شخص حضور کے سامنے آیا، پھر بھی حضور نے اس کو کچھ نہیں دیا تو اس نے کہا اے محمد! تم نے آج تقسیم کرنے میں انصاف نہیں کیا، حضور اکرم ﷺ کو سخت جلال آگیا فرمایا! میرے بعد تم لوگ کسی کو مجھ سے زیادہ انصاف کرنے والا نہیں پاؤ گے تین بار فرمایا، مشرق کی جانب سے کچھ لوگ نکلیں گے گویا یہ انہیں میں سے ہے، ان کی خصلت ایسی ہی ہوگی قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے حلق سے آگے نہ بڑھے گا، دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر اپنے نشانہ سے نکل جاتا ہے پھر لوٹ کر دین میں نہیں آئیں گے۔ ان کی علامت سر منڈانا ہے یہ ہمیشہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا اگر یہ تمہیں مل جائیں تو انہیں قتل کردو۔ یہ تمام

[1] محمد بن اسماعیل بخاری، محدث، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، ج ۱، ص ۵۰۹۔

[2] محمد بن اسماعیل بخاری، محدث، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، ج ۲، ص ۶۲۴۔

مخلوق سے بدتر ہیں۔[1]

یہ شخص وہی ذوالخویصرہ تمیمی تھا جو حقیقت میں منافق تھا مرقاۃ میں ہے:[2]

اَتَاہُ ذُو الْخُوَیْصَرَۃِ وَھُوَ رَجُلٌ مِّنْ بَنِیْ تَمِیْمٍ وَنَزَلَ فِیْهِ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّلْمِزُكَ فِی الصَّدَقَاتِ فَھُوَ مِنَ الْمُنَافِقِیْنَ۔

حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ذوالخویصرہ آیا جو بنی تمیم کا فرد تھا جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی منافقین میں سے کچھ وہ ہیں جو صدقات کے معاملے میں آپ پر طعن کرتے ہیں یہ منافقین میں سے تھا۔

سید علوی نے فرمایا:

ان سب سے زیادہ صریح یہ ہے کہ یہ مغرور محمد بن عبدالوہاب بنوتمیم سے ہے تو ہوسکتا ہے یہ ذوالخویصرہ تمیمی کی نسل سے ہو، جس کے بارے میں حدیث آئی ہے کہ اس کی نسل سے ایک قوم پیدا ہوگی۔[3]

اس حدیث کے بعض طرق میں ان کی ایک اور خاص علامت ذکر کی گئی ہے:

یَقْتُلُوْنَ اَھْلَ الْاِسْلَامِ وَیَدْعُوْنَ اَھْلَ الْاَوْثَانِ[4] (۱)

مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

۱۔ احمد بن حنبل، امام، متوفی سن ۲۴۱ھ، مسند، ج ۴، ص ۴۲۵، ۴۲۴، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی نسائی، محدث متوفی سن ۳۰۳ھ سنن نسائی ثانی ص ۱۷۲،۷۳۔

۲۔ علی بن سلطان محمد قاری، علامہ، متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ المفاتیح، ج ۵، ص ۴۵۶۔

۳۔ سید احمد بن زینی دحلان شافعی، شیخ الاسلام، متوفی ۱۳۰۴ھ الدرر السنیہ، ص ۵۱۔

۴۔ محمد بن اسماعیل بخاری، محدث، متوفی ۲۵۶، ج ا، ص ۴۷۲۔

(۱) صحیح بخاری، کتاب احادیث الأنبیاء، رقم ۳۰۹۵، ترقیم العالمیه۔

صحیح بخاری، کتاب التوحید، رقم ۶۸۸۰، ترقیم العالمیه۔

مسلم، کتاب الزکاۃ، رقم ۱۷۶۲، ترقیم العالمیه۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

نجدیوں کی پوری تاریخ پڑھ ڈالیئے خواہ وہ اہل سنت کی لکھی ہوئی ہو یا ان کے ہم عقیدہ نجدیوں کی۔ روز اول سے آج تک ان کی تاریخ یہی ہے کہ یہ ہمیشہ مسلمانوں سے لڑتے رہے اپنی ساری ذہنی جسمانی توانائی مسلمانوں کے خلاف صرف کرتے رہے ان کی دوسوسال کی طویل تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ملے گا کہ انہوں نے کبھی بھی کسی بت پرست کے خلاف لاٹھی بھی چلائی ہو یا بت پرستوں کے رد میں کوئی کتاب ہی لکھی ہو۔ یا یہود ونصاریٰ سے جنگ کی ہو یا ان کے رد میں کوئی کتاب لکھی ہو۔ نجدیوں کی تلوار جب نیام سے نکلی ہے تو مسلمانوں کی گردنوں پر چلی ہے انہوں نے جب فائر کیا ہے تو مسلمانوں کے سینوں پر کیا ہے۔ کروڑوں ریال کی کتابیں لکھوا لکھوا کر شائع کر رہے ہیں۔ یہ سب مسلمانوں کے خلاف کیا اس کے بعد بھی کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ ظالم اس حدیث کے مصداق نہیں۔

حالات حاضرہ:

یہودی ان نجدیوں کے بغل میں اپنی انتہائی مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کر چکے ہیں اور انہوں نے مصر کا غزہ پٹی وغیرہ کا کثیر علاقہ اور اردن کا بیت المقدس وغیرہ ہڑپ کر لیا ہے لیکن نجدیوں کو کوئی غصہ نہیں آتا، مگر صدام حسین کے خلاف غصہ کا جو عالم ہے وہ سب کو معلوم ہے جب کہ یہ معاملہ بھی ان نجدیوں کا نہیں۔ حتیٰ کہ قرآن واحادیث کے ارشادات کے برخلاف یہود و نصاریٰ سے استعانت بھی کی، جب کہ پوری دنیا کے مسلمانوں سے ان کا سب سے بڑا اختلاف استعانت لغیر اللہ ہی کے بارے میں ہے نجدی غیر اللہ سے استعانت کو شرک کہتے ہیں جو تمام دنیا کے مسلمانوں پر رائج ومعمول ہے حد یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ اور کھلے کفار سے استعانت کے

النسائي، كتاب الزكاة، رقم ٢٥٣١، ترقيم العالميه۔

النسائي، كتاب تحريم الدم، ص٤٠٣٣، ترقيم العالميه۔

أبو داؤد، كتاب السنة، ص٤١٣٦، ترقيم العالميه۔

أحمد، باقي مسند المكثرين، ص١١٢٢١، ترقيم العالميه۔

أحمد، باقي مسند المكثرين، ص ١١٢٧٠، ترقيم العالميه۔

بارے میں نص صریح ہے اور حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فَلَنْ اِسْتَعِیْنَ بِمُشْرِکٍ [1] (۱)

میں مشرک سے ہرگز مدد نہیں لوں گا۔

اس سے بھی صریح قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ط وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ o فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ ط فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ o﴾ (المائدہ: ۵/۵۲-۵۱)

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے۔ بے شک اللہ بے انصافوں کو ہرگز راہ نہیں دیتا۔ اب تم انہیں دیکھو گے جن کے دلوں میں آزار ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرف دوڑتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش آجائے تو نزدیک ہے کہ اللہ فتح لائے یا اپنی طرف سے کوئی حکم، پھر اس پر جو اپنے دلوں میں چھپایا تھا پچھتائے رہ جائیں۔ (کنزالایمان)

مسلمان اس آیت کو پڑھیں اور غور کریں کہ نجدیوں نے امریکہ جیسے ملحد نصاریٰ، یہود

---

[1] ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، محدث، متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۱۸۔

(۱) صحیح مسلم، جزء ۳، ص ۱۴۵۰، دار أحیاء التراث العربی، بیروت۔

سنن الترمذی، جزء ٤، ص ۱۲۷، دار أحیاء التراث العربی، بیروت۔

مسند ابی عوانه، جزء ٤، ص ۳۳۹، دار المعرفة، بیروت۔

سنن البیهقی الکبری، جزء ۹، ص ۳٦، مکتبة دار الباز۔

السنن الکبری، جزء ٦، ص ٤۹۳، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

نواز کو اپنا دوست بنالیا، وہ بھی کاہے کے لئے، ایک مسلمان سے لڑنے کے لئے۔ یہ ہے نظارہ اس ارشاد کا کہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑے رکھیں گے۔

پچھلے صفحات میں گزر چکا کہ ترکوں کو نقصان پہنچانے کے لئے برطانیہ سے ساز باز کیا۔ اس کے وظیفے لئے۔ ہتھیار لئے اور قوت حاصل ہونے پر نسلاً بعد نسلٍ ابتداء ظہور سے لے کر سن ۱۳۲۵ھ تک مسلسل قریب قریب دو سال تک ترک مسلمانوں سے لڑتے رہے۔ یہ ہے صداقت اس ارشاد کی کہ مسلمانوں سے لڑیں گے اور بت پرستوں کو چھوڑے رکھیں گے۔

خلاصہ کلام:

اب تک جو ہم نے تحریر کیا ہے اس پر جو شخص بھی انصاف اور دیانت کے ساتھ غور کرے گا وہ اعتراف کرے گا کہ وہ شیطانی گروہ جس کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے خبر دی ہے کہ وہ نجد یا پورب سے نکلے گا وہ بلاشبہ ابن عبدالوہاب نجدی ہے اور اس کے متبعین آل سعود ہیں۔

عراق کے بارے میں

دعویٰ تو یہ کیا جاتا ہے حضور اقدس ﷺ نے عراق کو اپنی دعاء سے محروم رکھا مگر ان کے دعوے کے خلاف صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ عراق کے لئے بھی دعاء خیر فرمائی۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

نظر رسول الله ﷺ قِبَلَ الْيَمَنِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِهِمْ وَنَظَرَ قِبَلَ الْعِرَاقِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِهِمْ وَنَظَرَ قِبَلَ الشَّامِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اَقْبِلْ بِقُلُوْبِهِمْ وَبَارِكْ لَنَا فِيْ صَاعِنَا وَمُدِّنَا۔[1] (1)

---

1 علاء الدین علی متقی ہندی، علامہ، متوفی ۹۷۵ھ کنز العمال، جلد سابع عشر، ص ۱۳۶۔

(۱) المعجم الصغير، جزء۱، ص۱۷۳، المكتبة الإسلامي، بيروت۔

المعجم الكبير، جزء۵، ص۱۱۶، مكتبة العلوم والحكم، الموصل۔ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف دیکھا اور یہ دعا فرمائی اے اللہ ان کے دلوں کو میری طرف مائل فرما اور عراق کی طرف دیکھا اور یہ دعا فرمائی اے اللہ ان کے دلوں کو میری طرف مائل فرما اور شام کی طرف دیکھا اور یہ دعا فرمائی اے اللہ ان کے دلوں کو میری طرف مائل فرما اے اللہ ہمارے لئے ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما۔

ایک اور حدیث میں ہے:

اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَظَرَ اِلَی الشَّامِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اعْطِفْ بِقُلُوْبِهِمْ اِلٰی طَاعَتِكَ وَاحُطِ مِنْ وَّرَائِهِمْ اِلٰی رَحْمَتِكَ ثُمَّ نَظَرَ اِلَی الْیَمَنِ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ نَظَرَ اِلَی الْعِرَاقِ فَقَالَ مِثْلَ ذٰلِكَ۔ [۱]

نبی ﷺ نے شام کی طرف نظر کی اور یہ دعا کی، اے اللہ! ان کے دلوں کو اپنی طاعت کی طرف مائل فرما اور ان کے اردگرد اپنی رحمت گھیر دے، پھر یمن کی طرف نظر کی اور اس کی مثل دعا فرمائی، پھر عراق کی طرف نظر کی اور ویسے ہی دعا کی۔

اگر معاندین کے بقول عراق میں دین و دنیا کی ساری خرابیاں بھری ہوئی تھیں تو عراق کے ساتھ اتنا شغف کیوں تھا کہ یمن اور شام کے ساتھ ساتھ عراق کے لئے بھی یہ خاص دعائیں کیں اور کیا مئوی صاحب یہ جرأت کر سکتے ہیں کہ کہہ دیں کہ حضور اقدس ﷺ کی شام اور یمن کے حق میں یہ دعا قبول ہوئی اور عراق کے حق میں نہ ہوئی۔

کنز العمال کی روایت میں اس دقیق نکتے پر ناظرین غور کرلیں کہ ان تینوں ممالک کے لئے دعاءِ خیر فرما کر ان کو اپنے دامن میں سمیٹ کر صیغہ متکلم کے ساتھ برکت کی دعا فرمائی اس سے تین افادے ہوئے: ایک یہ کہ یہ تینوں ممالک دنیا کے ملکوں میں ممتاز ہیں، دوسرے یہ کہ یہ

مجمع الزوائد، جزء۳، ص ۳۰۴، دار الریان للتراث، القاهره، دار الکتاب العربی، بیروت۔

الأدب المفرد، جزء۱، ص ۱۶۹، دار البشائر الإسلامیه، بیروت۔

[۱] ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی، محدث، متوفی ۲۱۱ھ، مصنف، جلد حادی عشر، ص ۲۵۰-۲۵۱

تینوں رحمت عالم ﷺ کی بارگاہ میں ایک درجے کے ہیں اور تیسرے یہ کہ ان تینوں کو اپنی مخصوص دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

عراق کی ایک اور فضیلت:

یہ تو نظر آیا کہ احادیث میں ہے کہ دجال کا خروج عراق سے ہوگا (اگرچہ یہ احادیث صحیحہ مرفوعہ کے معارض ہے اور نا قابل قبول) مگر یہ نظر نہیں آیا کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ جب حضرت امام مہدی (رضی اللہ عنہ) کی رکن اور مقام کے درمیان لوگ بیعت کرلیں گے اور ان پر شام کا حملہ آور لشکر مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان بیداء کے مقام پر زمین میں دھنس جائے گا اور لوگ تائید ایزدی کا نظارہ کرلیں گے، تو:

اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فيبايعونه۔ [1] (1)

امام مہدی کی خدمت میں شام کے ابدال اور عراق کے لوگ گروہ در گروہ حاضر ہوکر بیعت کریں گے۔

اب بتائیے کہ یہ عراقی گروہ در گروہ حضرت امام مہدی کی بیعت کرنے والے خوارج ہوں گے کہ روافض، معتزلہ ہوں گے کہ جہمیہ، حروریہ ہوں گے کہ غیر مقلد۔

آپ نے خود یہ حدیث ذکر کی ہے۔

لا تقوم الساعة حتى يتحول خيار اهل العراق الى الشام ويتحول شرار اهل

[1] احمد بن حنبل، امام، متوفی ۲۴۱ھ، مسند، جلد سادس، ص ۳۱۶۔

(۱) صحيح إبن حبان، جزء١٥، ص٥٩، مؤسسة الرساله، بيروت۔

موارد الظمآن، جزء١، ص٤٦٤، دار الكتب العلمية، بيروت۔

سنن أبي داؤد، جزء٤، ص١٠٧، دار الفكر، بيروت۔

مسند اسحاق بن راهويه، جزء١، ص١٧٠، مكتبة الإيمان، المدينة المنورة۔

مسند ابى يعلى، جزء١٢، ص٣٦٩، دار المامون للتراث، دمشق۔

المسند المنيف، جزء١، ص١٤٥، مكتبة المطبوعات الإسلاميه، حلب۔

الشام الی العراق۔[1]

قیامت اس وقت تک نہ قائم ہوگی جب تک عراق کے اچھے لوگ شام اور شام کے برے لوگ عراق کی طرف منتقل نہ ہو جائیں۔

یہ اس کی دلیل ہے کہ قیامت تک عراق میں اچھے لوگ بھی رہیں گے اور شام میں برے لوگ بھی۔ رہ گیا آج کیا حال ہے تو پوری دنیا جانتی ہے کہ شام پر نصیریوں کا تسلط ہے اور شام ہی کے ایک ٹکڑے پر یہودیوں کی سلطنت ہے جس نے اپنے حدود سے مسلمانوں کو نکال دیا واضح ہو کہ فلسطین شام ہی کا ایک حصہ تھا انگریزوں نے شام کے چار ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ ناظرین اس پہلو پر غور کرلیں کہ شام نہ ہمیشہ صاف ستھرا رہا اور نہ آج ہے وہاں پہلے بھی بڑے بڑے فتنے اُٹھے اور بڑے بڑے فتنہ گر پیدا ہوئے اور آج بھی ہیں پھر شام کے ان فتنوں اور فتنہ گروں سے چشم پوشی کر کے صرف عراق کے فتنوں کا وظیفہ جپنا کیا معنی؟ ابھی حدیث گزری کہ حضرت امام مہدی پر سب سے پہلے جو لشکر حملہ کرے گا وہ شام کا ہوگا۔

رہ گیا عراق کے بارے میں حضرت کعب احبار کا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ کہنا عراق مت جایئے وہاں یہ ہے وہاں وہ ہے الی آخرہ۔

یہ حدیث مؤطا امام مالک اور مصنف عبد الرزاق میں ہے مؤطا امام مالک میں اس کی کوئی سند نہیں اس میں یہ ہے کہ امام مالک نے فرمایا، بلغنی یہ امام مالک کے بلاغات میں سے ہے اور منقطع ہے البتہ مصنف عبد الرزاق میں یہ سند مذکور ہے اخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن ابن طاؤس عن ابیہ قال۔

اس سند میں دو نقص ہے، ایک تو یہ کہ اس میں ارسال ہے

(۱) مسند احمد، جزء٥، ص٢٤٩، مؤسسة قرطبه، القاهره۔
الفتن لنعيم بن حماد، جزء٢، ص ٦٣١، مكتبة التوحيد، القاهره۔
حاشية إبن القيم، جزء٧، ص١١٦، دار الكتب العلمية، بيروت۔

تہذیب التہذیب میں ہے[1]:

وقال ابو زرعة ويعقوب بن ابی شيبة حديثه عن عمر وعلی مرسل

ابوزرعہ اور یعقوب بن ابی شیبہ نے کہا کہ طاؤس کی حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث مرسل ہے۔

دوسرا نقص یہ ہے کہ امام طاؤس کے صاحبزادے عبداللہ اموی شہنشاہ سلیمان بن عبد الملک کے خاتم بردار تھے جس کی وجہ سے اہل بیت اطہار پر بکثرت ناروا حملے کرتی رہتے تھے اسی میں عبارت مذکورہ کے بعد ہے۔

حارثہ بن مُضرب نے کہا میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا عراق والے آپ کی یہ حدیث بروایت طاؤس مرفوعاً بیان کرتے ہیں:

ما ابقت الفرائض فلاولی عصبة ذکر۔

اصحاب فرائض سے جو باقی بچے وہ قریب ترین مرد عصبہ کا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ حدیث نہ میں نے روایت کی ہے اور نہ طاؤس نے پھر حارثہ نے طاؤس سے پوچھا تو انہوں نے بھی انکار کیا اس پر حارثہ نے کہا یہ ان کے بیٹے عبداللہ کی حرکت ہے یہ سلیمان بن عبدالملک کے خاتم بردار تھے اور اہل بیت پر بکثرت حملے کرتے رہتے تھے۔

جو شخص اپنے آقا کی خوشنودی کے لئے اہل بیت نبوت پر ناروا حملے کرنے کا عادی ہو وہ اگر اپنے آقا کے سیاسی حریف عراق کے خلاف کچھ کہے تو وہ کیسے قابل قبول ہوسکتا ہے نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل کعب احبار کے اس قول کی تردید ہے کیونکہ انہوں نے کوفے میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بسایا وہ بھی منتخب روزگار اصحاب بدر اور بیعت رضوان کو کیا کوئی مسلمان اس کو تسلیم کرسکتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خود تو ان بلاؤں کی وجہ سے عراق نہ جائیں اور صحابہ کرام کو بسائیں جب کہ حدیث میں فرمایا گیا،

[1] ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی، علامہ، متوفی ۸۵۲، تہذیب التہذیب، ج ۵، ص ۱۰۔

لا یؤمن احد کم حتی یحب لا خیه ما یحب لنفسه۔[1]

تم اس وقت تک کامل مومن نہ ہو گے جب تک اپنے بھائی (مسلمان) کے لئے وہی نہ پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

اس کے تحت سند الحفاظ علامہ عسقلانی نے علامہ کرمانی سے نقل فرمایا:

ومن الایمان ایضا ان یبغض لاخیه ما یبغض لنفسه ولم یذکره لأن حب الشی لنفسه مستلزم لنقیضه۔[2]

یہ بھی ایمان سے ہے کہ جو کچھ اپنے لئے ناپسند کرے اپنے بھائی کے لئے ناپسند کرے اسے اس لئے ذکر نہ فرمایا کہ کسی چیز سے بحث اس کی نقیض کی عداوت کو مستلزم ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمانوں پر کتنے شفیق تھے سب کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی معمولی سی تکالیف پر تڑپ جاتے پھر وہ اس کو کیسے پسند کرتے تھے کہ عراق جیسے بلیات وآفات کے مخزن میں مسلمانوں کو بسائیں اور خود نہ جائیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو عراق کی آبادی سے کتنا شغف تھا وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ ہمدان کے ہزار گھر کے لوگ شام کی طرف ہجرت کرنے کے ارادے سے مدینہ طیبہ آئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بار بار اصرار کر کے عراق بھیجا یہاں تک کہ ان لوگوں نے جب یہ شام کی طرف سواریاں موڑیں تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کی سواریوں کا رخ عراق کی طرف کرنے لگے اس کشمکش میں کجاوہ کی لکڑے سے ان کے سر میں چوٹ بھی لگ گئی اور خون بہنے لگا یہ دیکھ کر ان لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین! اب آپ جہاں فرمائیں گے ہم لوگ وہیں جائیں گے فرمایا عراق جاؤ وہاں اچھا جہاد ہے وہاں کنویں ہیں اور زرخیز زمین ہے یہ لوگ کوفے میں جا کر آباد ہو گئے۔[3]

---

[1] ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، بخاری محدث، متوفی ۲۵۶ھ، بخاری، ج۱، ص۶۔

[2] ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی، علامہ، متوفی ۸۵۲، فتح الباری، ج۱، ص۱۸۔

[3] ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام صنعانی محدث متوفی ۲۱۱ھ، مصنف عبدالرزاق، ج۵، ص۵۰/۵۱۔

دجال کے بارے میں

بعض احادیث میں ہے کہ دجال عراق سے نکلے گا مگر ایسی روایتیں جتنی ہیں سب مجروح ہیں ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر موقوف ہے دوسری کعب احبار کا قول ہے اس کے معارض بخاری مسلم کی صحیح مرفوع حدیثیں ہیں

حدیث اول

یاتی الدجال من قبل المشرق۔[ا] (۱)

دجال مشرق کی طرف سے آئے گا۔

اس حدیث میں اس کا احتمال تھا کہ مشرق سے مراد عراق ہو نجد ہو ہندوستان ہو مگر ان احتمالات کو دوسری حدیث نے ختم کر دیا فرمایا:

حدیث دوم

الدجال یخرج من ارض المشرق یقال لها خراسان (۲)

دجال مشرق کی ایک سرزمین سے نکلے گا جسے خراسان کہتے ہیں (جو امام بخاری اور امام مسلم کا مولد و مدفن ہے)۔

ا ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزی، محدث، متوفی ۷۴۹ھ، مشکوٰۃ، ص ۴۷۵۔

(۱) مشکوة، ص ٤٧٥، مطبوعه: قديمی كتب خانه، كراچی۔

مسند احمد، جزء٢، ص ٣٩٧/٤٠٧/٤٥٧، مؤسسة قرطبه، القاهره۔

صحيح مسلم، جزء٢، ص ١٠٠٥، دار أحياء التراث العربی۔

صحيح إبن حبان، جزء١٥، ص ٢٢١، مؤسسة الرسالة، بيروت۔

مسند ابی يعلی، جزء١١، ص ٣٤٦، دار المامون للتراث۔

(٢) سنن الترمذی، جزء٤، ص ٥٠٩، دار أحياء التراث العربی، بيروت۔

المستدرك علی الصحيحين، جزء٤، ص ٥٧٣، دار الكتب العلمية، بيروت۔

الأحاديث المختاره، جزء١، ص ١١٦، مكتبة النهصة الحديثه۔

حدیث سوم

انہ خارج خلة بین الشام والعراق نعاث یمینا وعاث شمالا۔[1](1)

وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور دائیں بائیں فساد مچائے گا۔

ان صحیح مرفوع حدیثوں کے ہوتے ہوئے موقوف حدیث اور کعب احبار پر اعتماد کر کے یہ کہنا کہ یہ مسلمانوں کا ایمان ہے کہ دجال عراق ہی سے نکلے گا یا اپنے ایمان کو خیر باد کہنا ہے۔

رہ گیا وہ جو بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ ان نجدی فتنہ گروں کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا۔ ایک گروہ فنا ہوگا تو دوسرا سر اٹھائے گا یہاں تک کہ ان کا اخیر فرقہ دجال کے ساتھ نکلے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ان فتنہ گروں کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارا سب سے بڑا قائد منتظر دجال ظاہر ہو چکا ہے تو یہ لوگ اس کے ساتھ ہو جائیں گے یعنی اپنا وطن چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو جائیں گے اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کا خروج نجد سے ہو اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ جب دجال نجد جائے گا تو یہ سب اس کے اوپر ایمان لائیں گے کیونکہ یہ یقینی ہے کہ دجال حرمین طیبین کے علاوہ پوری دنیا میں جائے گا اس میں نجد بھی داخل ہے۔

دوسرے بلاد کے فتنے

اس سے انکار نہیں کہ عراق میں فتنے ہوئے لیکن یہ عراق ہی کی خصوصیت نہیں تاریخ اسلام پڑھ ڈالئے مسلمانوں کا کوئی بڑا شہر ہے جو فتنوں سے پاک رہا، خود آپ اپنے ہندوستان کے دار السلطنت دہلی کو دیکھ لیجئے، ہاں اس سے ضرور انکار ہے کہ نجد کے بارے میں جو احادیث وارد ہیں ان سے عراق مراد ہے اور یہ ضرور انتہائی قابل مذمت ہے کہ ان میں تحریف معنوی کر کے انہیں

[1] ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب تبریزی، محدث، متوفی ۷۴۹ھ، مشکوۃ، ص ۴۷۳۔

(۱) صحیح مسلم، ج ٤، ص ٢٥٢، دار أحیاء التراث العربی۔

الجامع المستدرك، ج ٤، ص ٥٨٠، دار الكتب العلمية، بيروت۔

مجمع الزوائد، ج٧، ص ٣٥٠، دار الريان للتراث القاهرہ، دار الكتاب العربی، بيروت۔

سنن إبن ماجه، ج٢، ص١٣٥٦، دار الفكر، بيروت۔

عراق پر چسپاں کیا جائے اور دلیل میں ان فتنوں کو بیان کیا جائے جو عراق میں ہوئے پھر اس جوش میں اس کا بھی ہوش نہ رہے کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں اور یہ بات حقیقت میں کہاں پہونچتی ہے۔

غور کیجئے فتنے کہاں سے نہیں اٹھے، کیا مکہ معظّمہ سے فتنے نہیں اٹھے، مدینہ طیبہ سے نہیں اُٹھے، شام سے نہیں اُٹھے، یمن سے نہیں اُٹھے، ہندوستان سے نہیں اُٹھے، ہندوستان بھی مدینہ طیبہ سے مشرق کی جانب ہے کیا کوئی دیندار پسند کرے گا کہ وہ کہہ دے کہ ان احادیث سے مراد ہندوستان ہے یا ہندوستان کا کوئی شہر دہلی، بنارس، بھوپال ہے۔

شام کے بارے میں اسی حدیث میں برکت کی دعا ہے مگر کیا شام سے فتنے نہیں اُٹھے، اسلام کی تاریخ پڑھئے، شام ہی کا دارالسلطنت دمشق ہے جہاں سے سارے فتنوں کی بنیاد وہ سنگین خطرناک فتنہ ایسا اُٹھا جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کلمہ گو افراد میں اختلاف اور افتراق کا بیج بو دیا وہ ہے خلیفہ برحق سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلاف غلط پروپیگنڈہ اور ان کی بیعت سے انکار اور ان کے خلاف جنگ، اس سب کا مرکز کون ملک تھا؟ یزید پلید کہاں رہتا تھا جس کی شر انگیزی سے حادثۂ کربلا رونما ہوا، مدینہ طیبہ میں (واقعۂ حرہ) کی قیامتِ صغریٰ قائم ہوئی۔ مکہ معظّمہ پر حملہ ہوا منجنیق سے بیت اللہ شریف پر آگ اور پتھر برسائے گئے جس سے اس کی مقدس چھت اور مبارک پردے جل گئے کیا یزید کا مسکن شام کا دارالسلطنت نہیں تھا؟

مشہور سفاک عبدالملک بن مروان کی تخت گاہ کہاں تھی جس نے حجاج جیسے خونخوار بے رحم، سنگدل سراپا فتنہ کو بھیج کر مکہ معظّمہ کا محاصرہ کرایا اور حواریٔ رسول اللہ ﷺ کے قرۃ العین حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہید کیا اور ان کی مبارک لاش کو اوندھی کر کے سولی پر لٹکایا، حجاج جس کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ اگر ساری امتیں اپنے اپنے ظالموں کو لائیں۔ اور ہم صرف حجاج کو پیش کریں تو حجاج بھاری ہوگا۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر قیامت کے دن حجاج کی مغفرت ہوگئی تو پھر کوئی مسلمان جہنم میں نہ جائے گا عراق میں تو ضرور رہتا تھا مگر اصل باشندہ طائف کا تھا اور اس کی قوت کا مرکز دمشق شام میں تھا۔

اس دور کی بات لیجئے شام کا صدر حافظ الاسد علوی جس نے ہزارہا اہل سنت کو قتل کرایا

اورنجدیوں کی طرح اہل سنت کومجبور کررہا ہے کہ اسکے مذہب کوقبول کریں۔ بولئے یہ فتنہ ہے یانہیں؟

مدینہ طیبہ کے تقدس اور اس کی عظمت سے کس مسلمان کوانکار ہے، مگر یہاں کم فتنے اٹھے، یہود کا فتنہ، منافقین کا فتنہ، ابن صیاد کا فتنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت، حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے خلاف شورش، ان کا محاصرہ، ان پر پانی اورغذا کی بندش، نماز کے لئے مسجد میں آنے سے روکنا، پھران کی شہادت، واقعہ حرہ، یہ سب مدینہ طیبہ ہی میں ہوئے، حتیٰ کہ قرآن میں فرمایا گیا۔

﴿وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ ط وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ قف مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قف﴾ (التوبة:١٠١/٩)

اورتمہارے آس پاس کے کچھ گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینہ والے ان کی خو ہوگئی ہے نفاق۔ (کنزالایمان)

کیا کسی میں ہمت ہے کہ وہ کہہ دے کہ مدینہ طیبہ فتنوں کی سرزمین ہے اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو وجہ بتادیجئے پھرخود ہی سب پر واضح ہوجائے گا کہ جیسے یہ کہنا صحیح نہیں کہ مدینہ طیبہ فتنوں کی سرزمین ہے اسی طرح یہ کہنا بھی درست نہیں کہ عراق فتنوں کی سرزمین ہے۔

مکہ معظمہ سے بڑا فتنہ کہاں اٹھا کہ وہاں کے ظالموں نے مسلسل تیرہ سال تک حضور اقدس ﷺ کو وسعت بھرستایا، ذلیل سے ذلیل حرکتیں کیں، مسلمانوں کا جینا دوبھر کردیا، اخیر میں یہاں تک کیا کہ قتل کے ارادے سے کاشانہ مبارک کا محاصرہ کرلیا۔ جس کے نتیجے میں حضور ﷺ کو مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا پھر بھی چین سے نہ بیٹھے، بار بار فوجیں لے کر مدینہ طیبہ پر حملہ کیا اکیلے بھی اور بادیہ نجد کے مشہور ومعروف قبیلہ غطفان کوساتھ لے کر کے بھی۔ قبائل عرب کواسلام ومسلمین کے خلاف اُبھارا، یہود کوشر پر آمادہ کیا، منافقین کو اُکسانے کی کوشش کی یہاں تک کہ حضور ﷺ کو شہید کرنے کے لئے خفیہ آدمی بھی بھیجے، پھر یزید کے زمانہ میں مکہ معظمہ کا محاصرہ، اورعبدالملک سفاک کا بار بار مکہ معظمہ پر حملہ۔ اخیر میں حجاج کا محاصرہ، وہ بھی اتنا سخت کہ حرم الٰہی کے باشندوں پر باہر سے غذا و پانی جانا بند، حتیٰ کہ اس سال سوائے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اوران کے

چند ہمراہیوں کے عام مسلمان حج نہ کر سکے۔ پھر مصر کے عبیدیوں کا قبضہ پھر قرامطہ کی چڑھائی، اور پورے مکہ معظمہ پر ان کا تسلط، حجر اسود کو اُکھاڑ کر لیجانا، جس کے نتیجے میں بیس بائیس سال تک کعبہ مقدسہ بغیر حجر اسود کے رہا، ہر مسلمان سوچے کیا یہ سب باتیں عظیم فتنے نہیں کیا ان فتنوں کی وجہ سے کوئی عقل مند دیندار مسلمان یہ کہنا پسند کر سکتا ہے کہ مکہ معظمہ فتنوں کی سرزمین ہے اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو وجہ بتا دیجئے پھر دنیا پر روشن ہو جائے گا کہ فتنوں کے باوجود مکہ معظمہ کی طرح عراق کو بھی یہ کہنا کہ یہ فتنوں کی سرزمین ہے دینداری نہیں دین فروشی ہے۔

یہاں اس سے بحث نہیں کہ کہاں سے فتنے اُٹھے یا کہاں سے زیادہ اُٹھے اور کہاں سے کم، یہاں بحث اس سے ہے کہ ان احادیث میں نجد سے مراد عرب کا مشرقی صوبہ نجد ہے یا عراق، یا بھوپال یا دہلی۔ اسی طرح ان احادیث میں مشرق سے کیا مراد ہے؟ احادیث کے مفہوم صریح، سیاق وسباق اس کی دلیل ہیں کہ اس سے مراد وہی ملک نجد ہے جو آج سعودی مملکت کا حصہ ہے خصوصیت سے وہ علاقہ جہاں آج یہودی ونصرانی شراب پی رہے ہیں خنزیر کھا رہے ہیں بدکاری کر رہے ہیں اور صلیب کی پوجا کر رہے ہیں جس علاقہ میں مسلسل دو سو سال تک مسلمانوں کا قتل عام ہوتا رہا اور مسلمانوں کو چین سے سونا نصیب نہیں ہوا۔

کچھ لوگ بڑے طمطراق کے ساتھ جناب مولانا سلیمان ندوی اور ان کے استاذ مولانا شبلی کا قول یہ کہہ کر پیش کرتے ہیں کہ یہ دونوں مشہور حنفی مؤرخ ہیں۔

اس پر گزارش ہے کہ جناب سلیمان ندوی صاحب کبھی حنفی رہے ہوں گے عقیدۃ وہ ہمیشہ غیر مقلد رہے اور اخیر عمر میں عملاً بھی غیر مقلد ہو گئے تھے۔

حیات سلیمان میں ہے:

''یہ (تقویۃ الایمان) پہلی کتاب تھی جس نے مجھے دین حق کی باتیں سکھائیں اور ایسی سکھائیں کہ اثناء تعلیم ومطالعہ میں بیسیوں آندھیاں آئیں، کتنی دفعہ خیالات کے طوفان اُٹھے مگر اس وقت جو باتیں جڑ پکڑ چکی تھیں ان میں سے ایک بھی اپنی جگہ سے نہ ہل سکی، علم کلام کے مسائل، اشاعرہ ومعتزلہ کے نزاعات، غزالی، رازی اور ابن رشد کے دلائل

یکے بعد دیگرے نگاہوں کے سامنے سے گزرے مگر اسماعیل شہید کی تلقین اپنی جگہ قائم رہی"۔[۱]

اسی میں ایک اور جگہ ہے:

"فقہیات میں کسی ایک مجتہد کی تقلید بتمامہ نہیں ہوسکی، بلکہ اپنی بساط بھر دلائل کی تنقید کے بعد فقہاء کے کسی ایک مسلک کو ترجیح دی ہے"۔[۲]

اسی میں ایک اور جگہ ہے:

"سید صاحب کے مسلک اعتدال کی بناء پر بعض اہل حدیث (غیر مقلد) ان کو اپنی جماعت میں شمار کرتے ہیں اور اہل حدیث علماء کے زمرے میں ان کے حالات بھی لکھے ہیں"۔[۳]

ان سب پر مستزاد یہ کہ یہ بھی نجدیوں کے نمک خوار تھے۔ اسی میں ہے کہ جب یہ بزرگوار حج کے لئے گئے ان پر شاہ ابن سعود کی خاص عنایتیں ہوئیں لکھا ہے:

"مکہ معظمہ میں، رباط بھوپال میں قیام تھا، لیکن سلطان عبدالعزیز بن سعود نے اس کو پسند نہیں کیا اور اپنا خاص مہمان بنایا اور کئی مرتبہ دعوت بھی کی"۔[۴]

نجدیوں کی حمایت میں نجدیوں کے نمک خوار اور ہم عقیدہ اشخاص کے اقوال پیش کرنا ابلہ فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟

رہ گئے شبلی صاحب، وہ اپنے آپ کو حنفی ضرور کہتے تھے مگر ان کی کتاب "الکلام" پڑھ لیجئے اس سے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ معتزلی تھے۔

مئوی صاحب نے لکھا ہے:

۱۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، مولانا، حیات سلیمان، ص۵۔

۲۔ ایضا، ص۶۷۹۔

۳۔ ایضا، ص۶۷۶۔

۴۔ ایضا، ص۵۳۳۔

اول الذکر صاحب نے سیرۃ النبی میں لکھا:

''یہ اشارہ عرب (یعنی مدینہ منورہ) سے مشرق کی جانب تھا یعنی عراق کی جانب''۔

لیکن جب ایک حدیث میں نجد کی تصریح ہے تو اس سے عراق مراد لینا کسی طرح درست نہیں لفظ کی صریح دلالت جس پر معنی پر ہوگی وہی بہر حال مراد ہوگا جب کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ نہ ہو۔ پھر ربیعہ و مضر، کیا بتا رہے ہیں، ربیعہ و مضر نجد کے باشندے تھے یا عراق کے؟

آگے ہے:

''دیکھو حضرت عمر کا قاتل عجمی تھا''۔

ضرور عجمی تھا مگر عراقی نہیں تھا ایرانی تھا، نہ حضرت عمر کی شہادت عراق میں ہوئی پھر اس کے ذکر سے فائدہ؟

آگے لکھا:

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد کا فتنہ عراق ہی سے اٹھ کر مصر تک پہنچا''۔

اولاً یہ صحیح نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتنہ عراق سے اُٹھا، تاریخ کی کتابیں دیکھ لیجئے، اس فتنے کی بنیاد عبداللہ بن سعد بن ابی سرح پر اعتراض سے ہوئی اور یہ اعتراض کرنے والے مصری تھے، اصل میں یہ فتنہ مصر سے اٹھا، ثانیاً فساد کی بنا عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے اور اس وقت مصر کے والی تھے۔ ان کے مخالفین کے قائد محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے جو مدینہ طیبہ کے باشندے تھے پھر اسے عراق کے سر منڈھنا صرف سخن پروری کے علاوہ اور کیا ہے؟

آگے ہے:

''جنگ جمل اسی سرزمین (عراق) میں ہوئی''

پہلے یہ طے کر لیجئے کہ اعتبار جائے وقوع کا ہے یا بانیوں کی جائے پیدائش اور مسکن کا اگر جائے وقوع کا اعتبار ہے تو پھر پہلے یہ اعلان کیجئے کہ فتنوں کی سرزمین مدینہ طیبہ ہے وہ بھی خاص مسجد نبوی کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں خاص مسجد نبوی میں شہید کئے گئے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر پہلا حملہ خاص مسجد نبوی میں اس وقت ہوا جب وہ منبر رسول پر

عصاء رسول لے کر خطبہ دے رہے تھے ظالموں نے عصاء رسول ان کے ہاتھ سے چھین کر اسی سے ان پر حملہ کیا یہاں تک کہ عصاء مبارک توڑ ڈالا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے اور مدینہ طیبہ ہی میں مسجد کے متصل شہید کئے گئے۔

اور سن ٦٣ ھ میں واقعہ حرہ مدینہ طیبہ ہی میں ہوا جس میں ہزار صحابہ و تابعین شہید کئے گئے مدینہ طیبہ کا ہر گھر لوٹا گیا ایک ہزار کنواری دوشیزاؤں کی عصمت دری کی گئی، مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے گئے، جو اس میں لید اور پیشاب کرتے تھے تین دن تک مسجد نبوی میں اذان نہیں ہوئی، بولئے اب مدینے اور خاص مسجد نبوی کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

پھر اس تقدیر پر اس کے ذکر سے کیا فائدہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قاتل عجمی تھا۔

اور اگر اعتبار بانیوں کی جائے پیدائش اور جائے سکونت کا ہے تو ذرا سینے پر ہاتھ رکھ کر بتائیے گا کہ جنگ جمل کے بانی کہاں کے باشندے تھے اور کون تھے حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہاں کے باشندے تھے اور کون تھے، اب اخیر میں پھر بتائیے کہ اب فتنے کی سرزمین کون ہوئی؟

آگے ہے:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ یہیں عراق کے شہر کوفہ میں شہید ہوئے''۔

لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے پر اُکسانے والے وہ لوگ تھے جو اپنی اصل کے اعتبار سے نجدی تھے۔ اور قبیلہ مضر کے فرد۔ ناظرین اس کتاب کا ص ۸۹ ملاحظہ کریں نیز یہ کہ مدینہ طیبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی افضل و اعلیٰ حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی شہید ہوئے پھر واقعہ حرہ میں ہزار ہا صحابہ و تابعین شہید ہوئے اب آپ بتائیے کہ فتنوں کی سرزمین ہونے میں کوفہ بڑھا ہوا ہے یا مدینہ طیبہ؟

آگے ہے:

''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جنگ صفین یہیں (عراق) پیش آئی''۔

لیکن جب آپ کو تسلیم ہے کہ اس جنگ میں حق پرست حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خطاء پر اور کوفے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، تو کوفے والے فتنہ گر ہوئے کہ حق پرست اور فتنہ مٹانے والے۔ فتنہ گر اگر ہوئے تو اہل شام ہوئے۔ مزید برآں اس سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور واقعۂ حرہ مدینہ طیبہ میں پیش آیا اور پھر یزید اور عبدالملک بن مروان کے زمانے میں حرم الٰہی پر چڑھائی ہوئی اور مکہ معظمہ میں جنگ ہوئی جس میں بیت اللہ شریف پر منجنیق سے پتھر برسائے گئے جس کے صدمے سے کعبہ شریف کی عمارت مخدوش ہوگئی اس کے پردے جل گئے چھت جل گئی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے فدیے کے سینگ جل گئے، سوائے چند نفوس کے عام مسلمان حج نہیں کر پائے حواری رسول اللہ ﷺ کے فرزند حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کر دیئے گئے ان کی نعش کو الٹی کر کے سولی پر لٹکایا گیا، کثیر صحابہ و تابعین شہید ہوئے۔

جنگ صفین کا معرکہ عراق میں ضرور ہوا۔ مگر معرکے کے بانی و بزرگ ہیں جو مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے مدینے میں بھی برسوں رہے۔ اور ان کا مرکز شام و دمشق تھا۔ ان کی فوج میں تقریباً کل شامی افراد تھے۔

ہم نے صرف ان لوگوں کے سوچنے اور سمجھنے کا ایک خاکہ پیش کر دیا ہے کہ یہ لوگ جب کسی کے خلاف کچھ کہنا چاہتے ہیں تو یہ بھی نہیں دیکھتے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کا ہمارے مدعا سے کوئی تعلق بھی ہے یا نہیں۔

ہم نے پہلے بھی لکھا ہے کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ عراق سے فتنے اٹھے لیکن ہمارا کہنا یہ ہے کہ فتنے کہاں سے نہیں اٹھے محض فتنے، اٹھنے کی وجہ سے کسی بھی ملک کو ان احادیث کا مصداق ٹھہرانا جو نجد کے بارے میں وارد ہیں یہ حدیث کی خدمت نہیں اور نہ دین کی خدمت ہے یہ حدیث نبوی کی تحریف معنوی ہے جس کو ہم تفصیل سے بتا آئے۔ بحث یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے جن لوگوں کو قرن الشیطان فرمایا کون ہیں؟

مؤوی صاحب اس سلسلے میں اتنے آگے بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے حدیث بھی وضع کر لی، لکھتے ہیں:

''مسند امام احمد اور الفتح الربانی (۲۸۹/۲۳) وغیرہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس وقت شام ویمن کے لئے برکت کی دعا کی اسی وقت آپ سے عراق میں خیر وبرکت کی دعا کے لئے کہا گیا لیکن آپ نے یہ کہہ کر ٹال دیا من هناك يطلع قرن الشيطان ولها تسعة اعشار الشر وہیں سے تو شیطان کی سینگ نکلے گی اور اس کا تو شر وفساد میں نواں ۹/۱۰ حصہ ہے (ص ۱۵)''۔

الفتح الربانی میرے یہاں نہیں، ''وغیرہ'' سے آپ کی کیا مراد ہے وہ معلوم نہیں۔ مسند امام احمد یہاں ہے اس میں کہیں یہ نہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام ویمن کے لئے برکت کی دعا کی اس وقت آپ سے عراق کے واسطے دعا کو کہا گیا ہو۔

حدیث ہے تو یہ ہے:

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال اللهم بارك لنا فى شامنا ويمننا مرتين فقال رجل وفى مشرقنا يارسول الله فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من هناك يطلع قرن الشيطان وبها تسعة اعشار الشر۔ (ج۲،ص۹۰)

رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا دو مرتبہ کی کہ اے اللہ ہمارے شام اور یمن میں برکت دے تو ایک صاحب نے کہا اور ہمارے مشرق میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہاں سے شیطان کے پیرو نکلیں گے اور اس کے لئے شر کا ۹/۱۰ حصہ ہے

اولاً اس حدیث میں عراق کا لفظ نہیں مشرق کا لفظ ہے بجائے مشرق کے عراق کو حدیث کا لفظ بتانا تحریف لفظی ہے۔

ثانیاً ہم اوپر ذکر کر آئے یہ حدیث بخاری میں دو جگہ اور ترمذی میں ایک جگہ ہے اس میں بجائے "مشرقنا" کے "نجدنا" ہے ایک روایت، دوسری کی تفسیر ہوتی ہے اس لئے ثابت کہ مسند کی اس روایت میں مشرق سے مراد نجد ہی ہے۔

ثالثاً یہ عرض کرنے والے صحابی تھے عہد رسالت میں کوئی عراقی مسلمان نہیں ہوا تھا البتہ نجد کے بہت سے خوش نصیب مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے یہ بھی اس پر قرینہ ہے کہ مشرق سے مراد نجد

ہے بلکہ احادیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں مشرق بول کر نجد مراد لینا شائع و ذائع تھا۔

ایک جگہ مشرق سے عراق مراد ہونے پر دلیل لاتے ہوئے لکھا:

''چونکہ عراق کا محل وقوع مدینہ منورہ سے شمالی مشرق کی جانب ہے اس لئے اکثر روایتوں میں اسے مشرق سے بھی تعبیر کیا گیا ہے بلکہ مملکت عراق پر مشرق کا اطلاق عہد رسالت اور مابعد کے زمانے میں گویا جغرافیائی اصطلاح کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔'' (ص ١٧)

مدینہ منورہ سے شمالی مشرق میں واقع ہونے کی وجہ سے اگر بقول آپ کے مشرق سے عراق مراد لینا صحیح ہے تو نجد جو مدینہ منورہ سے ٹھیک مشرق میں واقع ہے اسے مراد لینا بدرجۂ اولیٰ صحیح ہوگا جب کہ اس پر صریح الفاظ اور سیاق و سباق بھی واضح طور پر دلالت کر رہے ہیں جس کی پوری بحث گذر چکی۔ رہ گیا آپ کا یہ دعویٰ کہ عراق پر مشرق کا اطلاق جغرافیائی اصطلاح کی حیثیت اختیار کر گیا تھا محض تحکم ہے۔ میں نے جغرافیہ کی انتہائی مستند کتاب معجم البلدان اور شروح حدیث کے ارشادات اور خود نجدی مصنفین کے اقوال سے ثابت کر دیا ہے کہ نجد کا اطلاق ہمیشہ اس خطے پر عہد رسالت سے آج تک ہوتا آیا ہے جو تہامہ اور حجاز سے متصل پورب ہے جس کی حدیں جانب شمال شام سے جانب جنوب یمن سے جانب مشرق عراق سے ملی ہیں جو آج سعودی مملکت کے قبضے میں ہے اور ان کا مولد بھی۔ ہاں البتہ مشرق سے نجد مراد لینا یقیناً جغرافیائی اصطلاح تھی ان لوگوں کو افتراء کرتے ہوئے بہتان باندھتے ہوئے خصوصاً حضور اقدس ﷺ پر جھوٹ باندھتے ہوئے نہ خدا کا خوف ہوا اور نہ دنیا سے شرم آئی حالانکہ حدیث مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعدہ من النار

جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔

کوفے کے بارے میں

ان لوگوں کو سب سے زیادہ کوفہ سے چڑ ہے وہ بھی صرف اس بناء پر کہ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کوفہ کے باشندے تھے اس لئے ہم خاص اس شہر کے بارے میں چند تعارفی کلمات لکھتے ہیں۔

کوفہ:

وہ مبارک شہر ہے جسے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ۱۷ھ میں فاتح ایران حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بسایا تھا اس مبارک شہر میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام جن میں ستر اصحاب بدر اور تین سو بیعت رضوان کے شرکاء تھے آکر آباد ہوئے جس برج میں یہ نجوم ہدایت اکٹھے ہوں اس کی ضوفشانیاں کہاں تک ہوں گے اس کا اندازہ ہر ذی فہم کر سکتا ہے اس کی برکت یہ تھی کہ کوفہ کا ہر گھر علم کے انوار سے جگمگا رہا تھا ہر ہر گھر دارالحدیث دارالعلوم تھا حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس عہد میں پیدا ہوئے اس وقت کوفہ میں حدیث وفقہ کے وہ آئمہ مسند تدریس کی زینت تھے جن میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب تھا اور کوفہ کی یہ خصوصیت صحاح ستہ کے مصنفین کے عہد تک باقی رہی یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کو اتنی بار کوفہ جانا پڑا کہ وہ اسے شمار نہیں کر سکتے تھے ان کے اور بقیہ صحاح ستہ کے اکثر شیوخ کوفہ کے ہیں۔

اس شہر کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رأس الاسلام، رأس العرب، جمجمۃ العرب (عرب کا سر) حتیٰ کہ رُمح اللہ، کنز الایمان کہا کرتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اسے قبۃ الاسلام واہل الاسلام کا لقب دیا، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسے کنز الایمان، جمجمۃ الاسلام (اسلام کا سر) رُمح الاسلام، سیف اللہ کہا، عہد صحابہ کے جہاد کی تفصیل دیکھ لیجئے کوفہ اور بصرہ ہی وہ فوجی مرکز تھے جہاں سے مجاہدین اسلام کسریٰ کے حدود میں جہاد کے لئے جایا کرتے تھے یہ انہیں دونوں مقدس شہروں کا احسان ہے کہ ایران خراسان اور پنجاب پاکستان ہندوستان کابل میں اسلام پھیلا جس کے صدقے میں آپ لوگ بھی کلمہ پڑھتے ہو، ایسے بنیادی مجاہدین اور

محسنین پر تبرا بازی کرتے ذرا بھی شرم نہیں آتی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ کو اتنا پسند فرمایا کہ مدینہ طیبہ کے بجائے کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا کوفہ والوں نے جس خلوص اور سچائی کے ساتھ تن من دھن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دیا وہ تاریخ کے صفحات پر زریں اوراق کی طرح تاباں ہے۔

رہ گیا حضرت امام حسین کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ان تقیہ باز رافضیوں نے کیا جو اسی لئے کوفہ میں آباد ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کو چین نہ لینے دیں اور ان میں سے اکثر پہلے نجد کے باشندے تھے اس کی مثال بالکل وہی ہے جیسے مدینہ طیبہ میں منافقین تھے اگر منافقین کی وجہ سے مدینہ طیبہ کی عظمت پر کوئی حرف نہیں آسکتا تو ان کے وارثین کی وجہ سے کوفہ پر بھی کوئی داغ نہیں آسکتا، کون بستی ہے جو اسلام دشمن عناصر سے پاک ہے۔

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری نے فرمایا:

''میں علم حدیث کی طلب کے لئے دو بار مصر دو بار شام دو بار جزیرہ گیا چار بار بصرہ چھ سال حجاز میں رہا، کوفہ و بغداد کتنی بار گیا اس کا شمار نہیں''۔[1]

کوفہ میں احناف کے معاندین کے بقول سوائے فتنہ و فساد، دجل و فریب کے اور کچھ نہیں تھا تو امام بخاری کوفہ اتنی بار کیوں گئے کہ اس کے باوجود کہ ان کا حافظہ چھ لاکھ حدیثوں کو محفوظ کئے ہوئے تھا مگر کوفہ کتنی بار گئے اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کا شمار نہیں۔ اسی طرح جو لوگ کہتے ہیں کہ کوفہ والوں کی روایتوں کا اعتبار نہیں وہ لوگ بھی بتائیں کہ کیا امام بخاری غیر معتبر حدیثیں حاصل کرنے کے لئے ان گنت بار کوفہ گئے؟

لیکن ان عقلِ کل لوگوں سے بعید نہیں وہ بڑی آسانی سے کہہ دیں گے کہ جی ہاں اسی لئے گئے تاکہ ضعیف حدیثیں سن کر ضعیف حدیثوں کی نشان دہی کر دیں ایسے حاضر جواب لوگوں سے گزارش ہے کہ وہ ذرا بخاری کے رواۃ کی تحقیق کریں کہ ان میں کتنے کوفی ہیں اگر نہ ملے تو ایک حنفی امام کی تصنیف ''عمدۃ القاری'' کو دیکھ لیں۔ عمدۃ القاری پڑھنے سے اگر دردسر درد جگر کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہو تو ''تقریب'' کا مطالعہ کریں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ صحیح بخاری شریف میں

[1] ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی، علامہ، متوفی ۸۵۲ھ، ہدی الساری، ص ۴۷۸۔

کتنے کوفی راوی ہیں اور یہی حال دیگر صحاح ستہ کا بھی ہے مگر چونکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا یہ رسالہ بے پڑھے لکھے عوام مطالعہ کریں گے اور وہ ہماری بات پر یقین کرلیں گے اگر سو میں سے ایک نے بھی ہماری بات کو سچ مان لیا تو ہماری محنت وصول ہوگئی وہ جانتے ہیں کہ کس کو فرصت ہے کہ عراق اور کوفہ کی تاریخ پڑھے اور وہاں کے محدثین اور فقہاء کی عظمت شان کو جانے لیکن اگر یوم آخرت پر ایمان ہے تو اللہ عزوجل کے مواخذے سے ضرور ڈرنا فرض ہے۔

رسالہ طویل ہوجائے گا اور یہ مضمون بھی خشک ہے ورنہ ہم بخاری شریف اور صحاح ستہ کے ان روایان حدیث کی فہرست دیتے جو کوفے کے باشندے تھے بالاختصار اتنا ذہن نشین کر لیجئے کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد پاک میں ایک صحابی رسول حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی ﷺ باحیات تھے ان کا وصال سن ۸۷ھ میں ہوا ہے ان کے علاوہ پچاسوں وہ اجلۂ محدثین موجود تھے جو خود امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں مثلاً ہشام بن عروہ، امام شعبی، سلیمان اعمش، سماک بن حرب، محارب بن وثار جیسے حدیث کے آئمہ باحیات تھے اس لئے یہ کہنا بھی غلط ہے کہ چونکہ عراق میں علم حدیث نہیں تھا اس لئے وہ زیادہ تر رائے سے کام لیتے تھے۔

صحابہ کرام میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلالت علمی سے کون واقف نہیں خلفائے راشدین کے بعد اعلم الصحابہ کو حضرت فاروق اعظم ﷺ نے کوفہ کا قاضی اور وہاں کے بیت المال کا منتظم بنایا تھا اسی عہد میں انہوں نے کوفہ میں علم وفضل کے دریا بہائے۔

اسرار الانوار میں ہے:

''کوفہ میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس میں بیک وقت چار چار ہزار افراد حاضر ہوتے ایک بار حضرت علی ﷺ کوفہ تشریف لے گئے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے استقبال کے لئے اپنے تلامذہ کے ساتھ کوفہ سے باہر آئے تو سارا میدان بھرا ہوا تھا انہیں دیکھ کر حضرت علی ﷺ نے خوش ہوکر فرمایا ابن مسعود! تم نے کوفہ کو علم وفقہ سے بھر دیا تمہاری بدولت یہ شہر مرکز علم بن گیا۔''

امام شعبی نے کہا کہ صحابہ میں چھ قاضی تھے ان میں سے تین مدینے میں، حضرت

عمر، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید، اور تین کوفے میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ۔ امام مسروق نے کہا میں نے اصحاب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ان میں چھ کو منبع علم پایا، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت زید، حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابی بن کعب ؓ۔ اس کے بعد دیکھا تو ان چھوں کا علم ان دو میں مجتمع پایا۔ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان دونوں کا علم مدینے سے بادل بن کر اٹھا اور کوفے کی وادیوں پر برسا۔ ان آفتاب و ماہتاب نے کوفے کے ذرّے ذرّے کو چمکا دیا۔[1]

پھر اس شہر کو باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے روحانی وعرفانی فیض سے ایسا سینچا کہ تیرہ سو سال گذرنے کے باوجود پوری دنیا کے مسلمان اس سے سیراب ہورہے ہیں۔ خواہ علم حدیث ہو خواہ علم فقہ سب کی نہریں یہاں سے بہہ کر پوری دنیا میں جاری ہوئیں۔ اگر کوفے کے راویوں کو ساقط الاعتبار کردیا جائے تو پھر صحاح ستہ صحاح نہ رہ جائیں گی میں نے ایک طالب علم سے کہا اس نے معمولی تتبع کر کے ڈیڑھ ہزار سے زائد ان کوفی راویان احادیث کی فہرست تیار کرلی جو امام بخاری اور دیگر صحاح ستہ کے رواۃ ہیں۔ علم حدیث کا ماہر نہیں ابتدائی متعلم جانتا ہے کہ ایک ایک راوی سے متعدد حدیثیں مروی ہیں اگر ان راویوں کو ساقط الاعتبار کر دیجئے تو کم از کم آدھی صحاح ستہ صاف۔ آپ نے منکرین حدیث کو احادیث ردّ کرنے کا بہت عمدہ داؤ بتادیا وہ یقیناً آپ کے بہت مشکور ہوں گے۔ تشابهت قلوبهم۔

عراق کے قبائل:

مؤدی صاحب نے عراق کے دفتر قبائح میں ان قبائل کا بھی تذکرہ کیا ہے جن کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ جو ہمیشہ نت نئے فتنوں میں سرگرم رہتے تھے مثلاً:

۱) فتح مکہ سے پہلے پہلے حضور اقدس ﷺ کے خلاف سازشیں محاذ آرائیاں

۲) حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد مرتد ہوکر اسلام کو مٹانے کی جدوجہد۔

---

[1] شمس الدین بن عبداللہ ابن قیم، علامہ، اعلام الموقعین۔

۳) مسیلمہ کذاب کے ساتھ مل کر اسلام کے خلاف پوری زور آزمائی۔
۴) جنگ جمل اور صفین میں آگے آگے رہنا۔
۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خوارج کے جتھے میں شریک ہونا۔
۶) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کو بے دردی کے ساتھ شہید کرنا۔
۷) مختار ثقفی کذاب پر ایمان لانا۔
۸) بنو امیہ کے سلطنت کے لئے مستقل دردسر بنے رہنا۔
۹) پھر ابراہیم کے ساتھ مل کر منصور عباسی کے مقابلے پر آنا۔
۱۰) باطل فرقوں کا یہاں سے نکلنا۔

اس پر گزارش یہ ہے کہ مذکورہ بالا فتنوں میں سے تین پہلے والے جو سب سے زیادہ خطرناک اور اسلام کو پہنچنے سے پہلی ہی ختم کرنے کی جدوجہد تھے عراق فتح ہونے اور کوفہ، بصرہ آباد ہونے سے پہلے کے ہیں۔ اور یہ سب سرزمین عرب میں رونما ہوئے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت یہ قبائل کہاں آباد تھے؟ ان سارے فتنوں کی جڑیں کہاں تھیں؟ اور ان اژدہوں کی نشوونما کہاں ہوئی تھی؟ وہ کون سی سرزمین ہے جس کی آب وہوا کی سمیت نے ان قبائل کی سرشت میں فتنہ وفساد بھر دیا تھا؟ وہ کون سا علاقہ ہے جہاں کے باشندے روز اول ہی سے اسلام ومسلمین کو تباہ وبرباد کرنے میں اپنی پوری توانائیاں صرف کرتے آئے ہیں؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ یہ سرزمین نجد ہے اور وہ بھی وہ نجد جو آلِ سعود کے قبضے میں ہے۔ جہاں آج امریکن یہود ونصاریٰ فوجی خادم الحرمین کا لیبل لگانے والے شاہ فہد کی مہیا کی ہوئی شراب پیتے ہیں، خنزیر کھاتے ہیں، شاہ فہد کی پیش کردہ زنانِ عرب کے ساتھ بدکاری کرتے ہیں، یہی نہیں ان سب پر مستزاد یہ کہ صلیب کی پوجا بھی کرتے ہیں۔

اس سوال کا مذکورہ بالا جواب خود مئوی صاحب کی تحقیق سے ظاہر ہے ناظرین ان کی کتاب کا ص ۸۹ لغایت ۹۷ مطالعہ کرلیں، لکھتے ہیں:

''ربیعہ اور مضر کے قبیلے کو جو شاخیں اس علاقے میں آباد ہوئیں انہوں نے تفریق وانتشار

میں خوب خوب حصہ لیا تاریخ ورجال کی چھوٹی بڑی کتابیں انکے فتنے وفساد کی دردانگیز داستانوں سے بھری پڑی ہیں ذیل میں چند قبائل کی نشاندھی کردینا کافی سمجھتے ہیں'' (ص۹۰)

مضراور ربیعہ کے بارے میں ہم پہلے حدیث لکھ چکے ہیں کہ فرمایا گنوار پن، بے رحمی سنگدلی ربیعہ اور مضر میں ہے اب مزید جناب کی زبانی سنئے، لکھتے ہیں:

''ربیعہ اور مضر قبیلے کے بائیں بازو کی مذمت میں متعدد احادیث نبویہ وارد ہوئی ہیں کنز العمال میں دو روایتیں اس معنی کی ہیں کہ ربیعہ اور مضر میں کفر وشرک، غلظت وقسوت اور جور وجفا کے وجود کی خبر دی گئی ہے بلکہ کنز العمال میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ قبیلہ ربیعہ کو جب بھی عزت وتمکنت حاصل ہوگی تو اسلام کو ذلت ورسوائی کا سامنا ہوگا مسند طیالسی کی ایک روایت میں ہے کہ مضر کا قبیلہ اللہ کے نیک بندوں کو آزمائش میں ڈال کر ہلاک کرتا رہے گا جب تک کہ اللہ تعالیٰ آسمانی لشکر کے ذریعہ انہیں اپنی گرفت میں نہ لے۔'' (ص۸۹)

اب آیئے ربیعہ ومضر جو کوفے میں آباد ہوئے کوفے سے پہلے یہ کہاں رہتے تھے یہ مؤدی صاحب کی زبانی سنئے:

<u>بنی اسد بن خزیمہ:</u>

''قبیلہ مضر کی شاخ ہے بادیہ نجد میں آباد تھے سن ۱۹ھ میں کوفہ منتقل ہوئے لڑائی بھرائی ان کا شعار تھا عہد صدیقی کے فتنہ ارتداد میں مرتد ہوگئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں پیش پیش تھے'' (ص۹۰)

اسی قبیلے میں مدعی نبوت طلیحہ بن خویلد پیدا ہوا جس نے عہد نبوی میں بھی مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی تھی اور فتنہ ارتداد میں بھی۔

<u>بنی تمیم بن مرہ:</u>

''قبیلہ مضر کی شاخ ہے بادیہ نجد میں آباد تھے کوفہ منتقل ہوئے۔ عہد صدیقی میں اس

خاندان کے بھی کچھ لوگ مرتد ہوئے امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے مقابلے کے لئے سامنے آئے حسینی قافلے کے بیش تر افراد کو قتل کیا سن ٦٦ ھ میں کوفے کے مدعی نبوت مختار ثقفی کے ساتھ شامل ہو کر مسلمانوں سے جنگ کی۔'' (ص،۹۱)

اسی قبیلہ بنی تمیم سے ذوالخویصرہ بھی تھا جس کا قصہ گزر چکا۔ مذہب نجدیت کا بانی ابن عبدالوہاب نجدی بھی اسی قبیلے کا تھا۔

بنی تمیم الرباب:

''قبیلہ مضر کی شاخ ہے اس خاندان کی کوفی شاخ نے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کے لئے عبدالرحمٰن بن ملجم کو آمادہ کیا تھا۔''

بنی ثقیف:

''قبیلہ مضر کی شاخ ہے طائف میں آباد تھے (جو حجاز و نجد کا سرحدی شہر ہے) کوفہ منتقل ہوئے'' (ص ۹۱)

بنی خفاجہ:

''قبیلہ مضر کی شاخ ہے مدینے کے جنوب مشرق میں آباد تھے۔'' (ص ۹۲)

نقشہ دیکھ لیں مدینے کے جنوب مشرق میں نجد ہی پڑتا ہے

بنی سُلیم بن منصور:

''قبیلہ مضر کی شاخ ہے۔ مدینہ منورہ کے شمال (مشرق) سے لے کر نجد، کوفہ، بصرہ، شام، مصر اور افریقہ میں آباد تھے ابتدائی اسلام میں اس خاندان کے ساتھ متعدد غزوات و سرایا ہوئے زبیری مروانی جنگوں میں جم کر حصہ لیا۔'' (ص ۹۳)

یہ تو صحیح ہے کہ بنی سلیم کوفہ، بصرہ، شام، مصر، افریقہ میں آباد ہوئے مگر شام، مصر، افریقہ فتح ہونے اور کوفہ اور بصرہ آباد ہونے سے پہلے کہاں رہتے تھے؟ ابتداءِ اسلام میں غزایا اور سرایا ان

کے ساتھ ہوئے اس وقت یہ کہاں آباد تھے؟ یہ جگہ نجد تھی جسے مؤدی صاحب نے بتایا تو مگر کوفہ بصرہ کے ساتھ ملا کر۔

بنی عامر بن صعصعہ:

''قبیلہ مضر کی شاخ ہے نجد بادیہ عراق میں مقیم تھے، غزوہ تبوک کے بعد جب مشرق و مغرب نے قبول اسلام کرلیا تو بنی عامر کا وفد اسلام کا بہانہ لے کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قتل کی سازش سے مدینہ آیا'' (ص۹۴/۹۵)

یہاں پیمانہ صبر لبریز ہوگیا تو ''نجد'' کے ساتھ بادۂ عراق اپنی طرف سے بڑھا دیا۔ ناظرین نوٹ کرلیں جس خطے کو عراق کہا جاتا ہے جس میں کوفہ، بصرہ، بغداد ہے وہاں سے کوئی وفد خدمت اقدس ﷺ میں نہیں آیا اور نہ اس وقت بنی عامر بن صعصعہ عراق میں رہتے تھے بلکہ اس وقت ان کی بود و باش سعودی مملکت کے حدود میں تھی۔

بنی غطفان بن سعد:

''قبیلہ مضر کی شاخ ہے نجد قرن الشیطان میں آباد تھے غزوہ خندق کے موقعہ پر مدینہ منورہ کو تاخت و تاراج کرنے یہ لوگ بھی آئے تھے عہد صدیقی میں ارتداد کی لہر ان میں چل پڑی'' (ص۹۷)

بنی فزارہ بن ذبیان:

''قبیلہ مضر کی شاخ ہے نجد اور وادی القریٰ میں آباد تھے غزوہ خیبر کے دنوں میں یہود خیبر کی مدد کو آئے''

اسی قبیلے کا فرد عبد الرحمٰن فزاری تھا جس نے مدینہ طیبہ کی چراگاہ پر ڈاکہ ڈال کر چرواہے کو قتل کیا اور سرکاری اونٹ ہانک لے گیا۔

بنی بکر بن وائل:

''قبیلہ ربیعہ کی شاخ ہے شمال مشرق جزیرہ عرب میں آباد تھے'' (ص ۹۶)

ناظرین نقشہ پر ایک نظر ڈال لیں جزیرہ عرب میں شمال مشرق مؤوی صاحب کے ظل اللہ ابن سعود کی مملکت ہے خاص بات یہ ہے کہ سعودی فرمانروا اسی قبیلے کے افراد ہیں۔

بنی تغلب بن وائل:

''قبیلہ ربیعہ کی شاخ ہے'' (ص ۹۷)

عراق فتح ہونے سے پہلے کہاں آباد تھے یہ غائب کر دیا!

بنی شیبان بن ثعلبہ:

''قبیلہ ربیعہ میں بکر بن وائل کی شاخ ہے قبیلہ ربیعہ میں خوارج کے بیشتر آئمہ اسی خاندان بنی شیبان میں پیدا ہوئے۔''

عراق جانے سے پہلے کہاں آباد تھے شرم کی وجہ سے نہ بتا سکے!

الفدیکات

''ابو فدیک عبداللہ ابن ثور بن قیس بن ثعلبہ کی اولاد ہیں مطلع قرن الشیطان (نجد) میں آباد تھے بحرین پر تسلط قائم کرلیا تھا اور وہیں سے مسلمانوں کے خلاف خروج کیا کرتے تھے'' (ص ۹۸)

مگر یہ تو بتائیے جب یہ بحرین میں رہتے تھے تو عراق سے ان کیا لگاؤ؟

حاصل کلام:

ناظرین مؤوی محقق صاحب کی تحقیق انیق دقت نظر سے مطالعہ کریں تو ان پر واضح ہو جائے گا عراق فتح ہوئے کوفہ اور بصرہ آباد ہونے کے بعد جو عرب کے قبائل وہاں آباد ہوئے ان کے اکثر مضر اور ربیعہ کی شاخ تھے جو پہلے سعودی عرب کے مقبوضہ ان کے شہنشاہوں کے مولد

ومسکن ''نجد'' میں آباد تھے مسلمانوں کے خلاف جو بھی فتنہ اٹھا خواہ عہد رسالت میں یا بعد میں سب میں اکثر یہی شریک رہے یہی مسلمانوں کے لئے ہمیشہ دردسر ہی نہیں دردجگر بنے رہے اس کو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں وہاں کفر کا سرا ہے ان میں گنوار پن ہے ان میں بے رحمی ہے ان میں سنگدلی ہے یہ جہاں بھی گئے اپنے ضمیر میں رچی بسی ہوئی خباثتیں لیتے گئے۔ یہ اصل میں نجد کے آب وہوا کی تاثیر تھی کہ جو سانپ وہاں پیدا ہوئے جہاں بھی گئے سانپ ہی رہے۔

ایک ضروری نوٹ

نجدی مذہب کے بانی ابن عبدالوہاب قبیلہ مضر کی شاخ بنی تمیم کے فرد ہیں جیسا کہ گذر کا مزید برآں ان کے ایک ریزہ خوار نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور ربیعہ کے چشم و چراغ شاہان ن سعود ہیں عبدالواحد محمد راغب جو دارۃ الملک عبدالعزیز کے خاص کارندے ہیں، لکھتے ہیں:

"ومن ربيعة يبدا التسلسل وصولا الى نسب ال سعود اما مضر فمن ابنه الياس يتفرع فرعان فرع مدركه ثم فرع طابخة وكان مه نسب الامام الشيخ محمد بن عبد الوهاب"[1]

ربیعہ میں آل سعود کے نسب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے مضر کے بیٹے الیاس تھے اس کی دو شاخیں ہوئیں مدرکہ اور طابخہ، طابخہ سے امام شیخ محمد بن عبدالوہاب کا نسب ہے۔

ایک جگہ اور ہے:

"ان الموجود فى نجد من تميم يمكن حصره فى ثلثة بطون وهى اولا بطن حنظلة فمن حنظلة الوهبة وهم بيت الشيخ محمد بن عبد الوهاب فى الرياض"۔[2]

نجد میں جو بنی تمیم موجود ہیں ان کو تین بطن میں منحصر کیا جاسکتا ہے ایک حنظلہ اسی سے الوہبہ (وہابی) ہیں اور یہ ریاض میں شیخ ابن عبدالوہاب کا گھرانا ہے۔

[1] مقدمۃ التحقیق، مثیر الوجد فی النساب، ملوک نجد، ص ۱۰۔

[2] حاشیہ مقدمۃ التحقیق، مثیر الوجد فی النساب، ملوک نجد، ص ۱۰۔

ناظرین! ان احادیث کو پڑھیں جو اوپر گزر چکیں جن میں یہ مذکور ہے کہ گنوار پن، بے رحمی، سنگدلی ربیعہ اور مضر میں ہے اور خود مئوی صاحب کی ذکر کردہ کنز العمال اور مسند طیالسی کی وہ حدیثیں پڑھ لیں جو ان قبائل کے بارے میں خود مئوی صاحب نے ص ۸۹ پر نقل کی ہیں جنہیں ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں تو ان کا ایمان تازہ ہو جائے گا۔

نیز یہ بھی ذہن میں بٹھالیں کہ ابن عبدالوہاب ''عیینہ'' میں پیدا ہوا تھا جو مسیلمہ کذاب کی بھی جائے پیدائش ہے نیز یہ بھی ذہن میں بٹھالیں کہ ابن عبدالوہاب نے ابن سعود کو شیشے میں اتارنے کے لئے اس سے اپنی لڑکی کی شادی کی تھی اب ان دونوں میں سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ مضر اور ربیعہ دونوں کی خصوصیات کی حامل اور آتشہ شراب ہوئی، کریلا اور نیم چڑھا!

بغداد شریف

بغداد شریف چونکہ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسکن ہے اس لئے اس پر ان اللہ والوں کی خاص نظر عنایت ہے اس لئے اس کی متعلق بھی کچھ لکھنا ضروری ہے۔

بغداد کو شہنشاہ منصور عباسی نے سن ۱۴۶ھ میں بسایا تھا اسے اپنا دار السلطنت بنایا۔ اور اس کے عہد سے لے کر آج تک عراق کا دار السلطنت ہے چونکہ مرکزی شہر میں رہ کر پورے ملک پر اثر ڈالنا آسان ہوتا ہے اس لئے ملت نے عظیم اولیاء کرام و علماء عظام نے بغداد میں سکونت اختیار کی۔ ان کی فہرست اتنی طویل ہے کہ اگر صرف ان کے نام گنائے جائیں تو ایک دفتر تیار ہو جائے گا۔ حافظ ابوبکر بغدادی نے کہا:

''بغداد کے مثل جلیل القدر دنیا میں کوئی شہر نہیں تھا اور جتنے کثیر علماء اور مشاہیر وہاں تھے کہیں نہیں تھے ناظرین اس کا اندازہ اس سے کریں کہ وہاں تین لاکھ مسجدیں تھیں۔''[1]

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے اساتذہ و مشائخ بغداد ہی میں تھے حضرت خواجہ

[1] ابوالفداء حافظ ابن کثیر دمشقی، علامہ، متوفی ۷۷۴ھ، البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۰، ص ۱۰۰۔

غریب نواز سلطان الہند کے مرشد برحق حضرت خواجہ عثمان ہارونی (رحمہم اللہ تعالیٰ) اپنے فیض کا دریا بغداد ہی میں بہار رہے تھے شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرشد حضرت شیخ نجیب الدین سہروردی بغداد ہی کے تھے۔ یہی وہ فخر روز گار مقدس شہر ہے جہاں حضرت معروف کرخی، حضرت سری سقطی، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی، حضرت شبلی جیسے سرخیل اولیاء آج بھی آسودہ ہیں (رضی اللہ عنہم)۔

امام الائمہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ، ان کے تلامذہ حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد، حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم جیسے عمائد ملت بغداد ہی میں رہتے تھے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے بار ہا بغداد کا سفر کیا، فرمایا کرتے تھے جس نے بغداد نہیں دیکھا اس نے دنیا نہیں دیکھا اور فرمایا میں جس شہر میں بھی گویا اس کو میں نے سفر شمار کیا مگر بغداد جب بھی گیا میں نے اس کو وطن شمار کیا۔[1]

بغداد علم حدیث وفقہ کا وہ عظیم مرکز ہے کہ حضرت امام بخاری نے فرمایا:

''علم حدیث حاصل کرنے کے لئے کوفہ و بغداد اتنی بار گیا کہ شمار نہیں''۔[2]

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ، امام بخاری علیہ الرحمہ کو عراق رہنے پر اُبھارتے رہتے اور خراسان مقیم ہونے کے ارادے پر ملامت کرتے رہتے مگر وہ نہیں مانے۔[3]

حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ بغداد سے اپنے وطن جانے لگے تو حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے ان سے فرمایا:

"یا ابا عبد اللہ تترك العلم والناس وتسیر الی خراسان"۔[4]

اے عبداللہ! علم اور لوگوں کو چھوڑتے ہو اور خراسان جا رہے ہو۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سرزمین کو علم اور جہاں کے لوگوں کو

---

۱ ابوالفداء حافظ ابن کثیر دمشقی، علامہ، متوفی ۷۷۴ھ، البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۰، ص ۱۰۲۔

۲ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، علامہ، متوفی ۸۵۲ھ، ہدی الساری، ص ۴۶۹۔

۳ ابوالفداء حافظ ابن کثیر دمشقی، علامہ، متوفی ۷۷۴ھ، البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۱، ص ۲۵۔

۴ ابونصر عبدالوہاب بن تقی الدین سبکی، علامہ، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج ۲، ص ۵۔

انسان کہیں اس کے خلاف زہرافشانی مقتضائے طبیعت کے علاوہ اور کسی وجہ سے نہیں ہوسکتی۔
حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ جب بخارا میں فتنوں کے نشانہ بنے تو بغداد کے چھوڑنے پر پچھتاتے تھے اور حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کا ارشاد یاد کرتے تھے۔

ابن علیہ نے کہا:

حدیث کی طلب میں بغداد والوں سے زیادہ سمجھ دار اور ایفائے وعدہ میں ان سے زیادہ اچھا کسی کو نہ دیکھا۔

ابوبکر بن عیاش نے کہا:

اسلام بغداد میں ہے۔ ابومعاویہ نے کہا، بغداد دار دنیا، دار آخرت دونوں ہے۔

ایک صاحب نے کہا:

''اسلام کی خوبیوں میں سے بغداد میں جمعہ کا دن ہے اور ایک صاحب نے کہا جو مدینہ الاسلام میں جمعہ میں حاضر ہوگا اس کے دل میں اللہ تعالیٰ اسلام کی عظمت بٹھا دے گا کیونکہ ہمارے مشائخ نے فرمایا بغداد میں جمعہ کا دن دوسری جگہوں میں عید کے دن کے مثل ہے اس کی جامع منصور میں ہر جمعہ کو ستر اولیاء کرام نماز جمعہ پڑھتے ہیں''

اور کچھ لوگوں نے کہا کہ:

''بغداد میں دس ہزار اولیاء کرام رہتے ہیں یہاں ہر رات پانچ ہزار قرآن مجید کا ختم ہوتا ہے۔'' [۱]

بغداد کے دشمنوں کو اور کچھ نہیں ملا تو یہ لکھ مارا کہ بغداد غصب کی زمین پر بنا ہے ایسے کور مقری کو کیا دکھائیں البتہ انصاف پسند مسلمان ملاحظہ کریں، طبری میں ہے: [۲]

''بغداد پہلے ساٹھ کاشتکاروں کا کھیت تھا منصور نے سب کو معاوضہ دیا اور انہیں راضی کر کے شہر کی بنیاد رکھی۔''

---

۱ ابوالفداء حافظ ابن کثیر دمشقی، علامہ، متوفی ۷۷۴ھ، البدایۃ والنہایۃ، ج ۱۰، ص ۱۰۲۔
۲ ابوجعفر محمد بن جریر طبری، مفسر مؤرخ تاریخ الامم والملوک، جلد تاسع، ص ۲۴۲۔

رہ گیا وہاں کچھ فتنوں کا ہونا تو ہم بار بار بتا آئے کہ اس سے کوئی بھی مرکزی شہر محفوظ نہیں رہا حتیٰ کہ حرمین طیبین بھی، بیت المقدس کو لے لیجئے جس کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا گیا ﴿وَبَارَكْنَا حَوْلَهُ﴾ اس کے اردگرد ہم نے برکت رکھی ہے وہاں کتنے فتنے اٹھے اور وہ بھی کتنے عظیم، ایک وہ وقت تھا اس پر صلیبیوں نے قبضہ کیا ہزار ہا مسلمانوں کو انتہائی بے دردی کے ساتھ تہ تیغ کیا ان کے خون بارش کے پانی کی طرح نالوں میں بہئے۔ نوّے سال تک نصرانیوں کے قبضہ میں رہا اور آج دنیا کی ذلیل ترین قوم یہود کے قبضے میں ہے آپ دور کیوں جایئے اپنے دارالسلطنت دہلی کو لے لیجئے وہ کتنی بار سنگین سے سنگین فتنوں سے دوچار ہوئی نادر شاہ درانی کا قتل عام، مرہٹوں کا تسلط، ۱۸۵۷ء کا حادثہ اور آزادی (۱۹۴۷ء) کے بعد جو کچھ ہوا اسے کون بھولا ہے کیا ان فتنوں کو سامنے رکھ کر حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے لے کر حضرت شاہ عبدالعزیز (رحمہم اللہ) تک کے علماء اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے لے کر حضرت کلیم اللہ جہان آبادی (رحمہم اللہ) تک کے اولیاء کرام کے دینی، ملی اور روحانی کارناموں کو دلی کی تاریخ سے خارج کر دیجئے گا؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر کوفہ بصرہ، بغداد کے چند فتنہ پرور افراد کی وجہ سے ان مبارک شہروں کے ہزار ہا اولیاء کرام، علماء عظام، اجلۂ محدثین اور آئمہ مجتہدین کی دینی خدمات کو بھلا کر عوام کو یہ باور کرانا کہ یہ فتنوں کی زمین ہے ابلہ فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟ جب کہ ان شہروں میں فتنوں کے بانی مبانی اپنی اصل کے اعتبار سے نجد کے باشندے تھے اپنے اصل مولد کی سرشت ان کی رگ و پے میں رچی بسی تھی جس کی وجہ سے جہاں بھی گئے جنگ و جدال، افتراق و انتشار کرتے رہے۔

فرات:

عراق کی عداوت کا جوش جب اور تند ہوا تو عراق کے قبائح میں یہ حدیث بھی نقل کر دی کہ فرمایا گیا ہے:

''عنقریب فرات سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا وہاں کے باشندے کہیں گے کہ اگر لوگوں

کو چھوڑ دیں کہ جس کا جی چاہے لے جائے تو لوگ پورا پہاڑ لے جائیں گے اس پر جنگ ہوگی اور ننانوے فیصد مارے جائیں گے۔"

کوئی بتائے اس میں فرات کا کیا قصور ہے یہ تو ان حریصوں اور تنگ دلوں کی غلطی کا نتیجہ ہے اب آیئے ہم فرات کے بارے میں وہ فضیلت سنائیں کہ مومنوں کا دل باغ باغ ہو جائے بخاری و مسلم وغیرہ میں حدیث معراج میں ہے:

"وفی اصلها اربعة انهار نهران باطنان و نهران ظاهران اما الباطنان ففی الجنة واما الظاهران فالفرات والنیل"[1]

سدرۃ المنتہی کی جڑ میں چار دریا ہیں دو باطن اور دو ظاہر، باطنی دریا جنت میں جاتے ہیں اور ظاہری فرات اور نیل ہیں۔

مسلمان اپنے ایمان سے پوچھیں کہ جو ملک ایسے متبرک دریا سے سیراب ہوتا ہو جس کا منبع سدرۃ المنتہی ہو جو جنتی نہروں کے مخزن سے نکلا ہو اور بقول آپ کے جس ملک کو یہ دریا گھوم پھر کر اپنے لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں اس کی عظمت کو کبھی بھی وہ نجد پہونچ سکتا ہے جہاں کے لوگ برسہا برس تک حضور اقدس اور صحابہ کرام سے لڑتے رہے جہاں مسیلمہ کذاب پیدا ہوا جہاں ابن عبدالوہاب پیدا ہوا جس نے ان درندوں کو جنم دیا جو دو سو سال تک نجد و حجاز کے مسلمانوں کو چین سے نہیں رہنے دیا ان کو قتل کرتے رہے ان کے مال لوٹتے رہے ان کی عورتوں کی عصمت دری کرتے رہے اور جہاں آج بھی یہود و نصاریٰ شراب پی رہے ہیں خنزیر کھا رہے ہیں عرب خواتین کی آبروریزی کر رہے ہیں جہاں آج صلیب پرستی ہو رہی ہے جہاں کا شہنشاہ خادم الحرمین کا لیبل لگا کر وہ نا کرونیاں کرا رہا ہے جو مسلمانوں ہی کے نہیں انسانیت کے دامن پر بدترین داغ ہے۔

امامت کا جھگڑا:

آخیر میں کچھ نہیں ملا تو کوفے میں ایک آدھ بار امامت کا جو تنازع ہوا اسے ذکر کر دیا گیا

---

[1] ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، بخاری، محدث، متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، ج ۱، ص ۴۵۶۔

مگر جناب کو معلوم ہونا چاہئے اور نہ معلوم ہو تو مؤ کے معمر لوگوں سے پوچھ لینا چاہئے کہ مؤ کے غیر مقلدین نے امامت کے کتنے جھگڑے کھڑے کئے مار پیٹ کی نوبت آئی مقدمے بازیاں تک ہوئیں اور ذرا بنارس جا کر بھی دریافت کرلیں تو آپ کا دماغ روشن ہو جائے گا اور آپ پر تو ظاہری ہی ہے ہر مسلمان دیکھ لے گا کہ بقول آپ کے کوفے کے فتنہ گروں کے مقلد آپ لوگ ہیں کہ کوفے میں امامت کا جھگڑا کھڑا ہوا تو آپ لوگ بھی جہاں بھی ہیں اس کی تقلید میں امامت کا جھگڑا کھڑا کرتے ہیں۔

قصۂ غم کیا تمہیں نے طویل
بڑھ نہ جاتی تو بات کچھ بھی نہ تھی

یاللعجائب

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث اللهم بارك لنا میں وارد وفی نجدنا۔ سے مراد عرب کا مشرقی صوبہ نجد ہی ہے۔ عراق کسی طرح مراد نہیں ہو سکتا یہ بحث مکمل ہو چکی ہے۔ ایسی کہ اب کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ مزید کی کوئی ضرورت نہیں تھی مگر کتابت کے بعد معلوم ہوا کہ جز پورے ہونے میں کچھ صفحات کی کمی ہے اس لئے ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے بطور تفکہ یہ چند سطریں لکھ رہا ہوں ایک جگہ لکھا:

> ''ساتھ ہی ساتھ اگر ہم ان حوالوں کو درست مان لیں جن میں یہ مذکور ہے کہ غزوہ تبوک کے موقع پر تبوک سے بھی آپ نے ''مشرق'' کو سرچشمہ کفر وضلالت بتایا ہے تو ہمیں شمال مشرق کہنے کی حاجت بھی نہ ہوگی کیونکہ تبوک مدینہ منورہ سے تقریباً آٹھ کلومیٹر شمال میں واقع ہے'' (ص ۳۷)

یہ تحقیق کا عطر مجموعہ اس کی دلیل ہے کہ انسان جب دیدہ و دانستہ حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے تو کسی نہ کسی طرح اس کا اندرونی خلفشار عریاں ہو جاتا ہے اور ضمیر کی ملامت اسے مضطرب کئے رہتی ہے یہاں موصوف کی ضمیر کی آواز کھل کر سنائی دے رہی ہے۔

احادیث کریمہ میں صاف صاف مشرق کا لفظ ہے اور حجاز خصوصاً مدینہ طیبہ سے مشرق ''نجد'' ہی ہے۔ عراق مدینہ طیبہ سے شمال میں واقع ہے البتہ شمال کے مشرقی حصے میں۔ اس لئے مشرق سے عراق کسی طرح مراد نہیں ہوسکتا ہے متعین ہے کہ اس سے مراد نجد ہی ہے۔ اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے موصوف نے کتنی پینترابازیاں کی ہیں۔ اس کا قدرے بیان گزر چکا مگر پھر بھی بات نہ بنی تو اب یہ پیوندکاری کی کہ مشرق سے مراد شمال مشرق ہے اس پر گزارش ہے کہ:

اولاً قرآن و احادیث کے الفاظ کریمہ کے صریح معنی بلا وجہ شرعی چھوڑ کر دوسرے معانی مراد لینا الحاد زندقہ اور تحریف معنوی ہے ورنہ امان اٹھ جائے ایک مشرک کہہ دے گا کہ قرآن میں کہیں نہیں کہ چند معبود نہیں ہو سکتے ہے تو یہ ہے ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ مراد یہ ہے کہ بڑا معبود ایک ہے الہ پر تنوین تعظیم کی ہے جیسے "شراهر داناب" میں ہے اب اگر کوئی چھوٹے چھوٹے کروڑوں معبود بنالے تو اس کے معارض نہیں۔

ثانیاً اس کی تائید میں یہ کہا کہ تبوک میں غزوہ تبوک کے موقع پر وہ فرمایا مگر اس پر جناب کو بھی اطمینان نہیں کیونکہ یہ پہلے ہی لکھ دیا اگر ہم ان حوالوں کو درست مان لیں یہ غمازی کر رہا ہے کہ ان حوالوں میں دال میں کچھ کالا ہے صحیح احادیث کو رد کرنے کے لئے مجروح روایتوں پر صرف غیر مقلد اپنے مذہب کی بنیاد رکھ سکتے ہیں کوئی مسلمان اس کی جرأت نہیں کر سکتا قبلہ جب ان حوالوں پر آپ کو اعتماد نہیں تو اس سے جو نتیجہ نکال رہے ہیں وہ کیسے درست ہوگا؟ دلیل مجروح تو مدعی بھی مجروح۔

ثالثاً اگر آپ نے ان حوالوں کو لکھا ہوتا تو ہم آپ کو بتا دیتے کہ آپ کس طرح احادیث صحیحہ کے ساتھ کھلواڑ کر رہے ہیں آپ نے ان حوالوں کو نہیں لکھا تو ہم بھی بات کو مختصر کرنے کے لئے اس سے درگزر کرتے ہیں ہمیں یہ بتانا ہے کہ نقشہ اٹھا کر دیکھ لیں تبوک سے مشرق بھی نجد ہی ہے عراق نہیں عرض البلد کے خط نمبر ۳ پر جوار القدس اور تبوک کے درمیان ہے۔ نظر ڈالیں یہ خط مغرب سے مشرق کو ہے۔ دیکھیں اس خط سے تبوک کتنے فاصلے پر ہے عراق کی سرحد اس خط سے بہ نسبت تبوک کے قریب ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ عراق، تبوک سے بھی شمال مشرق کی طرف ہے

ضیاء اکیڈمی کے دیگر علمی جواہر پارے

ان شاء اللہ عنقریب کتب خانوں میں دستیاب ہوں گے

☆ الزَّواجر عَنْ اقتراف الکبائر (اردو ترجمہ)

﴿مصنف شیخ الاسلام حضرت علامہ احمد بن حجر ہیتمی مکی علیہ الرحمہ﴾

☆ ذکر اللہ

﴿مصنف مفسر قرآن حضرت علامہ مولانا ابراہیم رضا جیلانی قدس سرہ﴾

☆ ایمان کیسے بچائیں

﴿مصنف حضرت علامہ مولانا مفتی شہاب الدین قدس سرہ﴾

تو لیجئے حدیث میں ہے وہ بھی بخاری کی حدیث میں۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"غزاها رسول الله ﷺ فی حر شدید" [1]

رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے لئے سخت گرمی میں نکلے تھے۔

لیکن آپ لوگوں کو سوائے چند اختلافی حدیثوں کے اور کسی حدیث سے غرض کیا کہ یہ معلومات ہوں۔

ثانیاً اس سے دلچسپ یہ کہ موسم سرما میں سورج شمال مشرق سے نکلتا ہے الخ۔ اللہ اللہ! یہ مبلغ علم اور دعوئی اجتہاد۔ ایک بے پڑھا لکھا دیہاتی بھی جانتا ہے کہ موسم سرما میں سورج مشرق کے جنوبی حصے سے نکلتا ہے اور موسم گرما میں مشرق کے شمالی حصے سے جس پر مشاہدہ شاہد ہے جو لوگ اپنی غرض فاسد حاصل کرنے کے لئے مشاہدے کے خلاف بھی دعوئی کر سکتے ہیں ان سے احادیث کی تحریف معنوی کی کیا شکایت۔ ہم یہ حسن ظن رکھتے کہ یہ کاتب نے الٹ پھیر کر دیا ہے مگر اخیر میں جو لکھا کہ یہ حدیث شتائی ہے اس نے مہر کر دی کہ یہ آنجناب کی تحقیق انیق ہے کاتب بچارے کی قابلیت کا کرشمہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلمات میں تحریف کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ یہی سزا دیتا ہے۔

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ﴾

ان کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کر دی۔

كذالك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار

<<◇>>

---

[1] ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، محدث، متوفی ۲۵۶، بخاری، ج ۲، ص ۶۳۴۔

سیدھے مشرق میں نہیں۔تبوک سے بھی مشرق میں نجد ہی ہے۔

اعجب العجائب:

مؤوی صاحب نے لکھا:

''تو پھر یہ عین ممکن ہے کہ آپ نے موسم سرما (سردی کی موسم) میں یہ پیشن گئی کی ہو۔ اس لئے کہ موسم سرما میں سورج شمال مشرق کی سمت سے طلوع ہوتا ہے اور موسم گرما میں جنوب مشرق سے۔اسی خاص معنی کے اعتبار سے اسے حدیث شتائی بھی کہا جاسکتا ہے''

اولاً جس شخص کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ غزوہ تبوک موسم سرما میں ہوا تھا کہ موسم گرما میں اس کے بارے میں یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ وہ کبھی قرآن مجید کی تلاوت بھی نہیں کرتا اور اگر کرتا ہے تو ﴿رب تالي القرآن والقرآن يلعنه﴾ بہت سے قرآن کی تلاوت کرنے والوں پر قرآن لعنت کرتا ہے کا مصداق ہے یہ بزرگ کسی مدرسے کے فارغ التحصیل ہیں اگر وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو انہیں نظر آتا کہ قرآن مجید میں غزوہ تبوک ہی کے بارے میں ہے:

۱) ﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ﴾ (التوبہ:۹/۸۱)

(غزوہ تبوک) سے پیچھے رہ جانے والے اس پر خوش ہوئے کہ وہ رسول اللہ کے پیچھے بیٹھ رہے اور انہیں گوارہ نہ ہوا کہ اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں لڑیں اور کہا اس گرمی میں نہ نکلو۔(کنزالایمان)

۲) تمام مدارس عربیہ میں پڑھائی جانے والی تفسیر کی مشہور و معروف کتاب جلالین میں ہے۔ ﴿فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ﴾ عن تبوك تبوک سے رہ جانے والے خوش ہوئے۔

۳) آپ ہی کے ایک غیر مقلد بزرگ فتح محمد جالندھری صاحب نے اس آیت کے ترجمے میں لکھا ہے جو لوگ (غزوہ تبوک میں) پیچھے رہ گئے۔مگر اس پر تعجب کی بات نہیں۔اب معذرت کر سکتے ہیں کہ ہم اہل قرآن نہیں کہ قرآن پڑھیں اور قرآن مانیں